www.pklibrary.com

خواب دیکھتے ہوئے جنت کی آنکھ کھل جاتی ہے۔خود کو برائڈل ڈریس میں دیکھ کر اسے یاد آتا ہے کہ اس کی شادی فارس وجدان سے ہو چکی ہے جو "شیرازی انٹر پرائزز" کا سی ای او ہے۔وہ جنت کمال پر واضح کر دیتا ہے کہ یہ ایک کاغذی رشتہ ہے جو اس نے اپنی ماں کی خاطر بنایا ہے۔جب تک ماں زندہ ہیں، یہ رشتہ رہے گا۔

جنت کی فارس سے شادی سائرہ خالہ نے کروائی ہے۔ان کا بیٹا عمار اس شادی پر ناراض ہے۔اس کا خیال ہے۔ میڈیا پر فارس سے متعلق جو خبریں گردش کرتی رہی ہیں، وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔

فارس کی والدہ مسز شیرازی ایک نیک دل عورت ہیں جو چلنے پھرنے سے معذور ہیں۔وہ ایک آرٹسٹ ہیں۔ان کی پینٹنگ عسریسرا جنت کو حیران کر دیتی ہے۔دونوں اس پر بات کرتی ہیں۔مسز شیرازی اسے ان لفظوں کے معنی تلاش کرنے کو کہتی ہیں۔

فارس کے مرحوم بھائی حماد کا یتیم بیٹا اپنے ننھیال میں رہتا ہے۔فارس اس بچے کو وجدان ہاؤس میں لانے کو تیار نہیں۔

فارس کی تمام تر نفرتوں کے باوجود جنت اس کے دل میں اپنی جگہ بنانے کی کوشش کرتی ہے۔

آئمہ ظہیر فارس کی منہ بولی بہن جنت کو منگنی کی تقریب میں لے جاتی ہیں جہاں کچھ لڑکیوں کے تضحیک آمیز رویے سے جنت دل برداشتہ ہو جاتی ہے۔

فارس کے آفس میں بریان لغاری کا نام سن کر جنت متوحش ہو جاتی ہے۔اسے اپنا ماضی یاد آتا ہے۔

جنت عسریسرا پر غور کرتی ہے اور اس کے کچھ معنی سمجھ جاتی ہے۔

جنت مسز شیرازی سے ان کے یتیم پوتے سے ملنے کی بات کرتی ہے۔مسز شیرازی منع کر دیتی ہیں۔

اٹالین ریسٹورنٹ میں ڈنر کے دوران فارس جنت کی طلاق اور ماضی کا ذکر چھیڑ کر جنت کو پریشان کر دیتا ہے۔

جنت فارس کے ساتھ لندن جانا چاہتی ہے تاکہ وہ سائرہ خالہ کی بیٹی سدرہ کی شادی میں شرکت نہ کر سکے۔فارس

حسنہ حسین

عسریسرا

pklibrary.com

اسلام علیکم!

ہمیں اپنے Blog Kitabdost

http://kitabdostpk.blogspot.be

اور readingpoint

http://readingpointpk.blogspot.be

کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز
لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ
ہمیں اپنی تحریر (ناول،ناولٹ،افسانہ قسط وار ناول)
اس میل آی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں

maisrasultan@gmail.com

فیس بک پہ بھی اس میل کے زریعے رابطہ کریں

www.pklibrary.com

اسے ضد میں لاہور لے جاتا ہے۔

سدرہ کی شادی پر فارس کو علم ہوتا ہے کہ جنت کی پہلی شادی تایا کے اکلوتے بیٹے سے ہوئی تھی۔ پانچ سال تک رہی۔ بچہ نہ ہونے پر تایا کے بیٹے نے دوسری شادی کر لی۔ جنت کو اس کے بچے کو نقصان پہنچانے کی پاداش میں طلاق ہو گئی۔

مکمل ناول

pklibrary.com

www.pklibrary.com

فارس جنت کو وہیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔لندن سے واپسی کے بعد وہ جنت کو لاہور سے لینے آتا ہے۔ جنت کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوتی۔راستے میں ایکسیڈنٹ ہوتا ہے۔دونوں محفوظ رہتے ہیں۔گاڑی کا نقصان ہوجاتا ہے۔

لاہور سے واپسی کے بعد جنت بدل جاتی ہے۔وہ فارس وجدان کے معاملات میں مداخلت ترک کردیتی ہے۔

فارس کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے۔اسے الرجی ری ایکشن ہوتا ہے۔ بروقت سی پی آر دے کر وہ اس کی جان بچاتی ہے۔ڈاکٹر بخاری بتاتے ہیں اسے بلی سے الرجی ہے جس کا ری ایکشن شدید ہوتا ہے۔

فارس کا بدلتا رویہ جنت کو خوف اور پریشانی میں مبتلا کردیتا ہے۔

کراچی جانے سے پہلے فارس سرپرائز کی بات کرتا ہے۔

جنت مسز یزدانی کے نواسے کی سالگرہ پر جاتی ہے جہاں عدینہ زبیر اسے ملتی ہے۔جو بتاتی ہے کہ وہ فارس وجدان کی پہلی بیوی ہے۔

جنت کی چچی وجدان ہاؤس میں آکر مسز شیرازی کو جنت کے ماضی سے آگاہ کردیتی ہے۔خوف میں آکر جنت گھر چھوڑ دیتی ہیں۔

جنت کو گھر سے گئے، سات دن ہوچکے تھے۔فارس بہت پریشان ہے، وہ اس کے سامان کا جائزہ لیتا ہے۔

ایک لکڑی کا باکس کھلنے پر چند خطوط، کچھ تصاویر اور باکس پر بنی نقاشی دیکھنے پر فارس ماضی میں پہنچ جاتا ہے۔

فارس کی ماں آرزو جہانگیر ایک ماڈل گرل ہے۔وہ اس کے باپ ہارون سے طلاق لے لیتی ہے اور فارس کو ہارون کے پاس چھوڑ جاتی ہے۔

آرزو جہانگیر کی دوسری بیوی تھی۔پہلی اور خاندانی بیوی جمیلہ داؤد ہیں۔

ہارون کے باپ اعظم شیرازی بہت بڑے بزنس ٹائیکون ہیں۔جمیلہ داؤد سے ہارون کا بیٹا حماد اعظم شیرازی کہتے ہیں ”میں اس طوائف کے بیٹے کو برداشت نہیں کرسکتا۔میرا پوتا صرف حماد ہے۔“

ہارون اعظم شیرازی کی منت سماجت کرتا ہے۔ان سے معافی مانگتا ہے تو وہ اس شرط پر معافی دیتے ہیں کہ ہارون اپنا بیٹا ان کے حوالے کردے اور اس سے کوئی تعلق نہ رکھے اور نہ ہی اسے اپنا نام دے۔اعظم شیرازی جمیلہ داؤد کے خاندان سے خوف زدہ ہیں۔

شیرازی اور لاشاری خاندان کے درمیان جڑنے والا یہ رشتہ ایک بزنس ڈیل کی طرح تھا لیکن جمیلہ ہارون سے محبت کرتی تھیں۔

ہارون فارس کو اعظم شیرازی کے پاس چھوڑ جاتا ہے۔

ایک رات اسے روتے سسکتے دیکھ کر جمیلہ اسے گلے سے لگالیتی ہے۔فارس زخمی ہوتا ہے۔جمیلہ اسے ڈاکٹر مصطفیٰ کے پاس لے جاتی ہے۔

جمیلہ فارس کو کھلونے، نئے کپڑے لاکر دیتی ہے۔اس کا کمرہ بھی سیٹ کرتی ہے۔جمیلہ آرزو جہانگیر سے بھی ملتی ہے لیکن وہ بھی فارس سے ملنے سے انکار کردیتی ہے، وہ بتاتی ہے کہ وہ شادی کررہی ہے۔

جمیلہ فارس کو محبت اور توجہ دیتی ہے۔وہ بہتر ہونے لگتا ہے لیکن اعظم شیرازی کو یہ گوارا نہیں ہے۔وہ اسے منع کرتے ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سے فارس کی دوستی ہوجاتی ہے۔وہ اس کا بہت خیال رکھتے ہیں۔حماد کا ایڈمیشن امریکہ میں ہوتا ہے تو اعظم شیرازی جمیلہ کو حماد کے پاس امریکہ بھجوادیتے ہیں۔

فارس کے لیے جمیلہ داؤد کی جدائی آسان نہیں ہوتی۔ڈاکٹر مصطفیٰ اسے پیار سے سمجھاتے ہیں۔

جمیلہ داؤد کے جانے کے فوراً بعد اعظم شیرازی اس کو بورڈنگ بھیج دیتے ہیں، وہ یہ سب برداشت نہیں کرپاتا۔اس نفسیات پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔اس کی کارکردگی صفر ہوجاتی ہے۔وہ فیصلہ کرلیتا ہے کہ وہ شیرازی مینشن اب کبھی نہیں جائے گا۔ڈاکٹر

www.pklibrary.com

مصطفیٰ، آغا علی کے ساتھ اس سے ملنے آتے ہیں اور ہر ہفتے آتے ہیں۔ وہ ان سے دوستی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہے لیکن وہ بضد رہتے ہیں۔ وہ اسے جمیلہ داؤد کی مجبوریاں بتاتے ہیں، ان کے سمجھانے پر وہ اپنے آپ کو تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف کر لیتا ہے اور ہر مقابلے میں پہلی پوزیشن ہوتی تھی۔ اعظم شیرازی جب بھی آتے اس سے حقارت آمیز لہجے میں بات کر کے اس کی ماں آرزو جہانگیر کا تذکرہ ضرور کرتے۔

وہ بیمار ہوتا ہے، ڈاکٹر مصطفیٰ اپنی نواسی کے ساتھ اسے لے آتے ہیں۔ ان کی نواسی ساتھ ہوتی ہے جو پورا راستہ سوال کرتی رہتی ہے۔ وہ فارس سے دوستی کرنا چاہتی ہے، اپنے دوستوں کے ساتھ اس سے ملنے آتی ہے۔

جنت کے جانے کے بعد وہ اس کی کمی محسوس کرنا لگتا ہے۔

جنت ہوش میں آئی تو صابرہ بوا پر اس کی نظر پڑی۔ صابرہ بوا اسے اپنے گھر لے آئیں۔ اس کے پریگنینٹ ہونے کی خبر پر بہت خوش ہوتی ہیں۔ جنت حیران و پریشان ہو جاتی ہے۔ سائرہ خالہ کے گھر سب جمع ہو کر جنت اور اس کے کردار کو ڈسکس کرتے ہیں، عمار سب کو کھری کھری سنا دیتا ہے۔ فارس جنت کے موبائل پر مسز آفاق کے سات سالہ بیٹے زید کے میسجز آ رہے تھے۔

فارس اقصیٰ سے پوچھ گچھ کرتا ہے۔ صابرہ بوا جنت کو فارس سے صلح کا کہتی ہیں۔ جنت صابرہ بوا کے کہنے پر بچوں کے ساتھ باہر گھومنے جاتی ہے، واپسی میں اسے فارس ملتا ہے وہ صابرہ بوا کے گھر کا کھوج لگا لیتا ہے۔

بارہویں قسط

فارس کچھ صدمے اور بے یقینی سے جنت کمال کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔ جنت یہ کیا کہہ رہی تھی؟ شک اور بدگمانیوں میں وہ پہلے بھی الجھتی تھی مگر ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

''تم سے کوئی کچھ بھی کہتا ہے اور تم..... تم یقین کر لیتی ہو؟'' وہ تاسف بھری نگاہوں اسے دیکھ کر رہ گیا۔ جنت کی آنکھیں پھر سے نم ہونے لگیں۔

''اس نے کہا۔''

وہ بات ادھوری چھوڑ کر سسک پڑی۔ جیسے لفظوں کو دہرانا بھی کسی گہرے صدمے، کسی گہری اذیت سے کم نہیں تھا۔ مگر وہ بتاتی گئی۔ اس کی ایک ایک بات، اپنا ایک ایک درد، ایک ایک غم۔ ایک ایک خوف۔

فارس خاموشی سے سنتے ہوئے اندر ہی اندر شدید اشتعال کی لپیٹ میں آتا گیا۔ تاہم وہ تحمل رہا۔ اس وقت جنت کو سنبھالنا اور اس کیفیت سے نکالنا از حد ضروری تھا۔

وہ خاموش ہوئی تو اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا

''تم نے خود کہہ دیا، اجازت دے چکی ہو کہ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ کسی سے بھی دوسری تیسری شادی رچا سکتا ہوں۔'' وہ بولا تو آواز گمبھیر اور لہجہ دھیما تھا۔ ''لیکن میں نہیں کر رہا۔ کیوں؟ کیا میں مجبور ہوں؟ کیا مجھے ممی کا خوف ہے؟ اپنے بچے کے حوالے سے تمہاری صحت کی فکر ہے؟ کیا میں انتظار کر رہا ہوں کہ بچے کی پیدائش کے بعد ہی کسی کو زندگی میں شامل کروں گا؟ اگر میں اتنا ہی بے حس ہوں تو مجھے تو انتظار بھی نہیں کرنا چاہیے۔ کیا غلط کہہ رہا ہوں؟''

اس نے رک کر پوچھا۔ جنت لب کاٹ کر رہ گئی۔ آنسو ہنوز بہتے جا رہے تھے۔

''عدینہ نے کہا۔ تم اسے واپس لانا چاہتے ہو۔'' وہ سسک پڑی۔

''کیا یہ بات میں نے تم سے کہی ہے؟'' فارس نے نرمی سے اس کی بات کاٹی۔ اس کا سر نفی میں ہلا۔

''تو پھر کسی دوسرے تیسرے انسان کی بات میرے دعوے سے زیادہ قابل اعتبار کیسے ہو سکتی ہے تمہارے لیے؟''

www.pklibrary.com

"کیونکہ تم اس سے محبت کرتے ہو۔"

فارس اپنی جگہ تھم گیا۔

"تم اس کی وجہ سے مجھے طلاق دینا چاہتے تھے۔ تم نفرت کرتے تھے مجھ سے۔ تم نے کہا تھا تمہیں اگر لائف پارٹنر چاہیے ہوتا تو وہ میں نہ ہوتی۔ تم نے مجھے ریجیکٹ کیا تھا۔" اس کی آواز کپکپا رہی تھی۔ "یہ سب عدینہ کی وجہ سے تھا۔"

فارس کے زخم تازہ ہوئے، درد پھر سے جاگ اٹھا۔ اس نے آنکھوں میں کرب لیے جنت کمال کو دیکھا۔ وہ بے اعتباری کی اسی کھائی میں جا کھڑی ہوئی تھی جس سے وہ اسے کس قدر کوشش سے نکال لایا تھا۔ وہ پھر سے ٹوٹ رہی تھی۔ پھر سے فنا ہو رہی تھی۔

لب بھینچ کر اس نے اپنے اندر کے اضطراب پر قابو پانے کی کوشش کی۔ شور بہت اچانک سے اٹھا تھا۔ چہرے گڈمڈ ہونے لگے تھے۔ جنت کی آواز کہیں پیچھے رہ گئی تھی۔

اس نے پلکیں جھپکا کر ان مناظر کو جھٹکا جو آنکھوں میں اتر آئے تھے۔ ایک بار پھر سر اٹھا کر جنت کو دیکھا تھا۔ وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ روتے ہوئے بس اپنی کہے جا رہی تھی۔

"تم..... تم عدینہ سے شادی کر لو گے۔ ہمارے بچے کو مجھ سے لے کر طلاق دے دو گے۔ تم ہر کام پلاننگ کے ساتھ کرتے ہو۔ سوچ سمجھ کر۔ اپنا فائدہ نقصان دیکھتے ہو ہر معاملے میں۔" اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا، آواز کپکپا رہی تھی۔ "اب بھی اگر....."

اس نے سر اٹھا کر متوحش نگاہوں سے فارس کو دیکھا۔

"اب بھی اگر کچھ ایسا سوچ رہے ہو۔ اگر اب بھی۔ فارس میں تو مر جاؤں گی۔"

وہ ایک دم سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ "میں واقعی مر جاؤں گی۔"

فارس کچھ صدمے سے اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ یہ خوف کی کون سی کیفیت تھی جو جنت کمال پر طاری ہوئی تھی۔ یہ وحشت کا کون سا احساس تھا جو اس کے وجود پر حاوی ہوا تھا؟ اس کے حواس مختل کیوں ہو رہے تھے؟ وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم کیوں ہو رہی تھی؟

اس کے اندر کچھ کھو دینے کا احساس ایک دم سے بیدار ہوا۔ بے اختیار جنت کمال کو بازوؤں کے حصار میں لے کر خود سے لگا لیا۔

"ہے، ریلیکس۔ کیا ہو گیا ہے؟" لہجے میں فکر تھی۔ درد تھا۔ محبت تھی مگر وہ چپ نہیں ہوئی۔

خود سے الگ کر کے، اسے کندھوں سے تھام کر فارس نے اس کی روتی ویران آنکھوں میں دیکھا۔ کتنا درد، صدمہ اور بے اعتباری تھی ان میں۔

"میری طرف دیکھو۔" وہ کہہ رہا تھا۔ اس نے ذرا سی نظر اٹھائی تھی۔ شہد آنکھوں میں سرخی اتری ہوئی تھی۔ لب کپکپا رہے تھے۔ گال آنسوؤں سے تر تھے۔

"تمہارے ساتھ شادی، ریلیشن۔ ہمارا بچہ۔ یہ زندگی میری پلاننگ کا حصہ کبھی نہیں تھی۔" اس نے کہا۔

جنت روتے ہوئے لمحے بھر کے لیے سکتے میں آئی تھی۔ منجمد ہوتے احساسات ایک دم سے پگھلے تھے۔ اندر کا شور سناٹے میں بدلا تھا۔

فارس اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے کچھ دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔

"تم گھر چھوڑ کر گئیں تو میں نے تمہیں ڈھونڈا۔ تمہیں لگتا ہے میں نے ایسا کسی مجبوری یا دباؤ میں آ کر کیا ہو گا؟ ایسا کون سا مفاد تھا جو میں تم سے اٹھا سکتا تھا۔ یا اس معاملے میں میری کون سی پلاننگ ہو سکتی تھی؟ طلاق تو ایسے بھی دی جا سکتی تھی۔ میں سائرہ خالہ کو پیپرز بھجوا دیتا۔ کیا یہ مشکل تھا؟"

جنت کی آنکھوں میں آنسو ٹھہرے تھے۔ اس کے لبوں پر سکتہ طاری تھا۔

"اور یاد ہے، تم نے مجھے ایک مہینے کا وقت دیا

www.pklibrary.com

تھا۔ کیا وہ مدت اس رشتے کو ختم کرنے کے لیے کافی نہیں تھی؟" اس نے پوچھا۔ اور وہ چپ تھی۔

"اور فرض کرو میں واقعی کسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، تو کیا تمہارے جانے کے بعد یہ کام سرانجام دینا زیادہ مناسب نہیں تھا؟ اس وقت تو میں یہ بھی نہیں جانتا تھا تم ایکسپیکٹ کر رہی ہو۔ کیا غلط کہہ رہا ہوں؟"

جنت کا نچلا لب دانتوں تلے آیا تھا۔ روتی کرلاتی آنکھیں ایک دم سے جھک گئی تھیں۔ پلکوں کی باڑ پھلانگتے کچھ بے رنگ آنسو فارس کے ہاتھوں پر گرے۔

"میری زندگی میں تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ اگر کوئی ہوتی تو وہ تم سے پہلے وجدان ہاؤس میں آ چکی ہوتی۔" اس نے حتمی اور واضح لفظوں میں کہہ دیا۔ ویسے ہی جیسے ایک بار پہلے کہا تھا۔ بہت ہی سادہ۔ بہت ہی مختصر جملے میں۔

ہاسپٹل کے وی آئی پی روم میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔ نہ سسکیوں کی آواز تھی اب۔ نہ ہچکیوں کا شور تھا۔ اس بے نام سی خاموشی کو جنت کی آواز نے توڑا تھا۔

"میں کیسے یقین کروں۔ یہ سب سچ ہے؟ جھوٹ یا دھوکا نہیں ہے؟" اس نے فارس وجدان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ دیا۔ برہان واصف کا ہر وعدہ جھوٹا تھا۔ ہر قسم ادھوری تھی۔ اس کی دلائی ہوئی ہر آس تنکے جیسی۔ اس کی دکھائی ہوئی ہر راہ اندھیرا تھی۔

فارس اس کی آنکھوں میں درد دیکھ رہا تھا۔ کرب دیکھ رہا تھا۔ گزشتہ پانچ سالوں کی اذیت ان میں ٹھہری ہوئی نظر آ رہی تھی۔ وہ حال میں ہوتے ہوئے ایک بار پھر ماضی میں کھو رہی تھی۔

"کیونکہ میں برہان نہیں ہوں۔" اس کی بھاری گمبھیر آواز ابھری اور جنت کمال کے اندر باہر ایک دم سے سناٹا چھا گیا۔ آنکھیں ایک ہی مقام پر منجمد۔ دھڑکنیں ایک ہی خیال پر ساکت ہو گئیں۔

فارس نے نرمی سے اس کی انگلیوں پر گرفت بڑھائی تھی۔ سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"میں اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں۔ جو کہتا ہوں کر کے دکھاتا ہوں۔ تمہاری تسلی کے لیے میں کل ہی اپنے لائیر سے بات کر کے بچے کی کسٹڈی کے پیپرز تیار کروا لوں گا۔ پھر تو تمہیں یقین آ جائے گا میں جھوٹ نہیں بول رہا؟"

لہجہ ہنوز نرم اور پر شفقت تھا۔ کہیں غصے اور عداوت کی جھلک نہ تھی۔ نہ انا کا مسئلہ۔ نہ برہمی کا رنگ۔

جنت کی آنکھوں میں نمی ٹھہری رہی۔ لب بھنچے رہے، اذیت چہرے کے تاثرات میں مدغم رہی۔

"میں تمہیں طلاق نہیں دینا چاہتا۔" اس نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تم پر کوئی دباؤ ڈالوں گا یا اپنے ساتھ رہنے پر فورس کروں گا۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔" ایک لمحے کو رکا۔ "میرے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا مکمل اختیار تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ اختیار میں تم سے کبھی نہیں چھینوں گا، کبھی بھی نہیں۔"

اس کا لہجہ مضبوط تھا۔

وہ بہت تحمل سے بات کر رہا تھا۔ غصہ، ناراضی، برہمی کا اظہار کیے بنا۔ کسی بھی بات کو انا مسئلہ بنائے بغیر۔ وہ اسے بہت نرمی سے سمجھا رہا تھا۔ اس کے جذبات کی صداقت آنکھوں سے عیاں ہو رہی تھی۔

جنت نے لب بھینچ کر بہت سے آنسو اپنے اندر اتار لیے۔ اندر باہر سب ساکن ہو گیا تھا۔ ایک خاموشی سی تھی جو ہر طرف چھا گئی تھی۔ ذہن تھک گیا تھا۔

دستک دے کر نرس اندر داخل ہوئی تو فارس اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس کے سیل فون پر کافی دیر سے کال آ رہی تھی جسے ریسیو کرتے ہوئے وہ کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اب وہ مدھم آواز میں بات کر رہا

www.pklibrary.com

تھا۔ بستر پر نیم دراز وہ اب اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اور اسے لگا، وہ اسے پہلی بار دیکھ رہی ہے۔

وہ فون پر کچھ سنتے ہوئے باہر چلا گیا تھا اور جب دوبارہ اندر آیا تو نرس انجکشن کا محلول آئی وی ڈرپ میں انڈیل کر جا چکی تھی۔

جنت تکیے پر سر رکھے لیٹی ہوئی تھی۔ ڈرپ والا ہاتھ پہلو میں دھرا تھا۔ آنکھوں میں تھکان کے ساتھ نیند اتری ہوئی تھی۔ غالباً دواؤں کے اثر میں تھی۔ وہ کرسی کھینچ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تو اس نے بھی کس قدر کوشش سے گرفت بڑھالی۔

''میں ڈر گئی تھی۔'' آواز بھیگی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں نمی، حزن اور درد۔ سب ٹھہرا تھا۔

''تم صرف آرام کرو۔''

''مجھے نہیں پتا، مجھے کیا ہوا فارس۔''

''کچھ مت سوچو، جسٹ ریلیکس۔'' وہ کہہ رہا تھا۔

اس نے لب بھینچ کر رونے پر قابو پایا۔ پھر گہری سانس لیتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں۔ کچھ ہی دیر بعد اس کی مضبوط گرفت نرم پڑ گئی۔ اس کی سانسیں ہموار ہوئیں اور تاثرات سے اذیت ہٹنے لگی۔ کمزوری اور خوف سے پھیکا پڑتا چہرہ پرسکون ہونے لگا۔ فارس اس چہرے کو دیکھتا رہا۔ اور کافی دیر تک دیکھتا رہا۔

اس کے اندر ایک وبال اٹھنے کی سی کیفیت تھی جسے وہ کس قدر تحمل اور برداشت سے دبائے ہوئے تھا۔ پورا وجود آگ کی لپیٹ میں تھا۔ سائڈ ٹیبل پر موبائل کی اسکرین روشن ہوئی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر سیل فون اٹھالیا۔ اب وہ آنکھوں میں خون لیے میسج ٹائپ کر رہا تھا۔

کمرے کی نیلگوں روشنی میں جہاں وہ بے خبر سو رہی تھی۔ وہاں وہ کسی کو بہت تحمل سے ہدایت نامے جاری کر رہا تھا۔

اور ٹھیک پندرہ منٹ بعد اسے کال موصول ہوئی تھی۔ عدینہ زبیر شام پانچ بجے کی فلائٹ سے لندن جا چکی تھی۔ وہ داہنے ہاتھ کی مٹھی بھینچ کر رہ گیا تھا۔

''آپ فکر نہیں کریں سر۔'' موبائل سے بھاری، بے تاثر اور مؤدب سی آواز ابھری۔ ''میں نے ان کے لیے اس بار کافی کچھ ارینج کر دیا ہے۔''

اس نے کال کاٹ دی تھی۔

☆☆☆

تاریکی کا اپنا ایک رنگ تھا۔ اثر تھا۔ اور دہشت تھی۔ وہ اپنے اندر بہت سی ویرانیاں لیے ہاسپٹل کے کاریڈور میں بنچ پر ساکت وصامت بیٹھا تھا۔

کوٹ گھٹنے پر رکھا تھا۔ ناٹ ڈھیلی تھی۔ بٹن کھلے ہوئے۔ آستین مڑی ہوئیں۔

''کیا ہوا اسے؟ اس طرح اچانک؟'' مسز شیرازی سے بات ہوئی تو انہوں نے پوچھا۔

''بی پی ہائی ہو گیا تھا۔''

وہ فون کان سے لگائے پریشانی کے عالم میں بیٹھی رہ گئیں۔

''اب بہتر ہے وہ۔'' وہ کہہ رہا تھا۔ اس کا لہجہ۔ آواز۔ وہ ایک دم سے فکر مند ہوئیں۔

''کسی بات کا اسٹریس لیا اس نے؟'' وہ اس سے پوچھ رہی تھیں۔

وہ بالکل خاموش بیٹھا اب سفید فرش کو دیکھ رہا تھا۔ سرخی مائل آنکھوں میں ایک کرب سا ٹھہرا تھا۔

کندھے جھکے ہوئے تھے۔

راہداری کی نیلگوں روشنی۔ روح پر پڑے نیل سے مشابہ تھی۔

''فارس؟ کیا ہوا ہے بیٹا؟''

''جو نقصان اس نے میرا پہلے کیا تھا۔ وہی نقصان اب وہ دوبارہ کرنا چاہ رہی ہے۔'' اس نے کہا۔

www.pklibrary.com

"کس کی بات کر رہے ہو تم؟"

"میں کس کی بات کر سکتا ہوں ممی؟"

مسز شیرازی ایک لمحے کو رکیں اور اگلے ہی پل ان کے اندر سناٹا چھا گیا۔ فارس کی بات جیسے وہ اب سمجھی تھیں۔ پہلے ایک "زندگی" تھی۔ اب دو زندگیاں تھیں۔ لرزہ روح پر طاری تھا۔ کپکپاہٹ انگلیوں میں اتر آئی تھی۔ وہ ایک ہی منظر تھا جو ان کی آنکھوں میں اتر آیا تھا۔ ان کا سکون منتشر ہوا۔ ان کی بے قراری بڑھ گئی۔

"اگر جنت کو واقعی میں کچھ ہو جاتا تو....."

"فارس بیٹا! شی از فائن ناؤ۔"

"وہ بہت زیادہ اسٹریس میں آ گئی تھی ممی!۔" وہ اپنی پیشانی مسلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"الحمدللہ۔ کچھ ہوا تو نہیں نا! ٹیک آ ڈیپ بریتھ اینڈ جسٹ ریلیکس۔"

گہری سانس لے کر وہ سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ سیل فون کان سے لگائے مکمل خاموشی کی زد میں وہ اب اپنی بے ترتیب دھڑکنوں کو سن رہا تھا۔ مسز شیرازی کو اپنا دل مٹھی میں جکڑتا محسوس ہوا۔ چوٹ ایک لگتی تھی اور اس کا ہر غم، اور ہر درد جاگ اٹھتا تھا۔

"ٹائمنگ کتنی پرفیکٹ ہے اس کی....." اس نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔ یہ جانے بنا کہ اس ایک جملے نے ان کے دل پر کیسا وار کیا تھا۔ وہ اپنی جگہ ساکت، خاموش اور ویران سی بیٹھی رہ گئی تھیں۔

اگلے کئی لمحے اسی طرح گزر گئے۔

"کمرے میں ڈبل بیڈ ہوگا۔ کچھ دیر آرام کر لو۔" پھر انہوں نے کہا۔

"نیند نہیں آئے گی۔"

"کوشش کرو گے تو آ جائے گی۔"

"آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ مگر ابھی اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔"

وہ اذیت میں گھر گئیں۔ کاش یہ معذوری نہ ہوتی تو وہ خود اس کے پاس جاتیں۔

"عدیل کو بھیج دو۔ میں آ جاتی ہوں۔"

"نہیں! آپ آرام کریں۔ سو جائیں۔ میں ٹھیک ہوں اب۔" کہہ کر اس نے بینچ کے ساتھ پشت ٹکا لی۔ کچھ دیر تک مسز شیرازی سے بات کرنے کے بعد وہ اٹھ کر کمرے میں چلا گیا۔

جنت سفید بستر پر بے خبر گہری نیند میں تھی۔ اس نے سر اٹھا کر آئی وی ڈرپ کو دیکھا جو تقریباً ختم ہونے کو تھی۔ گہری سانس لے کر وہ کاؤچ پر جا بیٹھا تھا۔

کھڑکی سے چاند نظر آ رہا تھا۔

باہر تاریکی بڑھ گئی تھی۔ سکون کا متلاشی اس وقت بے سکونی کی حدوں کو چھو رہا تھا۔

☆☆☆

صبح اس کی آنکھ کھلی تو تقریباً چھ بجے کا وقت تھا۔ فارس کے سہارا دینے پر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ ڈاکٹر اور نرس بھی کمرے میں موجود تھیں۔ وہ گلاس ہاتھ میں لیے وقفے وقفے سے پانی پی رہی تھی اور فارس سینے پر بازو باندھے خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

رونے کے باعث آنکھیں سوجی ہوئی تھیں مگر ان میں کہیں بھی غصہ، خوف، پریشانی نظر نہیں آ رہی تھی۔ چہرے کے تاثرات بھی کچھ حد تک نارمل تھے۔ طبیعت خرابی کے باعث رنگت ہنوز زرد اور چہرہ مرجھایا ہوا سا لگ رہا تھا مگر گزشتہ شب کے واقعے کی کوئی جھلک نظر نہیں آ رہی تھی۔

چیک اپ کے بعد نرس نے کینولا ہٹا کر سٹی پلاسٹ لگایا۔ ڈاکٹر نے کچھ ضروری ہدایات سے نوازا۔ کچھ تنبیہات فارس کے لیے بھی تھیں۔ وہ اسے اسٹریس اور ہر طرح کے ذہنی دباؤ سے بچا کر رکھنے کا کہہ رہی تھیں۔ شاید معاملہ اس بار کچھ سیریس ہوا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے وہ بہت آسانی سے مسئلوں کو ٹال دیتی تھی۔ زیادہ اثر نہیں لیتی تھی۔ وہ سنتے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ نظر جھکاتے ہوئے چہرے کا رخ بدل گئی تھی۔

www.pklibrary.com

سات بجے ڈسچارج کر دیا گیا تو وہ اسے گھر لے آیا۔ مسز شیرازی ان کے انتظار میں لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں۔ وہ سیدھا ان کے پاس گئی تھی۔ ان کے گلے لگی تھی، پھر ان سے بات کر رہی تھی۔ وہ اس کے گال پر ہاتھ رکھے خفگی سے کچھ کہہ رہی تھیں اور اس نے ایک دم سے شرمندہ ہوتے ہوئے سر جھکایا تھا۔

فارس جیبوں میں ہاتھ ڈالے قدرے فاصلے پر کھڑا تھا۔ بے خوابی کا شکار آنکھوں میں سرخی سی ٹھہری تھی۔ چہرہ بے تاثر سا لگ رہا تھا مگر اس کے اندر جو کچھ ہو رہا تھا اس سے صرف وہی واقف تھا۔

چونکہ ڈاکٹر نے مکمل آرام کی تاکید کی تھی تو جنت ناشتے کے بعد اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ جبکہ وہ کچھ دیر تک مسز شیرازی کے پاس ان کے کمرے میں بیٹھا رہا تھا۔

"جنت کی باتوں سے پریشان ہو رہے ہو؟" انہوں نے نرمی سے پوچھا تو اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ صوفے کے ہتھے پر اس کی انگلیاں آہستگی سے متحرک ہوئیں۔

"نہیں۔" کہہ کر کھڑکی کی طرف دیکھا۔ دھوپ سیدھا اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ آنکھوں کا ہر رنگ نمایاں ہو رہا تھا۔

"لگ تو رہے ہو۔" ماں تھیں وہ۔ اسے اندر تک جان گئی تھیں۔ مبہم سی مسکراہٹ لیے وہ ان کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر سیدھا ہو بیٹھا۔

"میں اس کی باتوں سے پریشان نہیں ہوں ممی! ان فلیٹ مجھے اچھا لگا اس نے اپنے خوف کا اظہار کر دیا۔" وہ نارمل لہجے میں آہستگی سے گویا ہوا۔

"پچھلی بار اس نے پریشانی میں گھر چھوڑ دیا تھا۔ اس بار اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے مجھ سے بات کی۔ جو مسئلہ تھا وہ بتا دیا۔ کوئی الٹی سیدھی حرکت نہیں کی۔ آپ کا خیال ہے، میں اس پر اپ سیٹ ہو سکتا ہوں؟" مسز شیرازی نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ پھر نم آنکھوں کے ساتھ اس کے گال پر ہاتھ رکھا۔

"اس نے کافی سے زیادہ اسٹریس لیا۔ تو بس اس کا سوچ کر۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اگر تم کہو تو میں جنت سے بات کروں؟"

وہ چند لمحوں تک انہیں دیکھتا رہا پھر نفی میں سر ہلا دیا۔ "اگر ضرورت پڑی تو آپ سے کہوں گا۔" وہ آہستگی سے بولا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت بڑھائی۔

"کچھ مت سوچو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ان شاء اللہ۔"

وہ اپنے کمرے میں آیا تو جنت بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ اسے آفس کے لیے تیار ہوتا دیکھ کر ایک دم سے پریشان ہوئی تھی۔ بیمار وہ تھی تو ہاسپٹل میں بے آرام وہ بھی تو ہوا تھا۔ آنکھیں تو رتجگے کی واضح گواہی دے رہی تھیں۔

"تم آفس کیوں جا رہے ہو؟"

"کچھ ضروری کام ہے۔" وہ نارمل لہجے میں جواب دیتے ہوئے ٹائی کی ناٹ باندھنے لگا۔

"تم رات بھر نہیں سوئے۔ تمہیں آرام کرنا چاہیے۔" خفیف سا ہو کر کہہ دیا۔

لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ لیے وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ بھنویں سکیڑے بیٹھی تھی، چہرے پر ہلکا ہلکا اضطراب نمایاں ہو رہا تھا۔ انگلیاں آپس میں الجھ رہی تھیں۔

"اپنا خیال رکھنا۔" مکمل تیاری کے بعد موبائل اٹھائے باہر نکلا تو وہ بھی اپنے اندر ایک عجیب سی بے سکونی لیے پیچھے آئی تھی۔ مگر وہ باہر نہیں گئی تھی۔ اس نے گلاس وال سے ہی اسے گاڑی کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

دل عجیب سی لے پر دھڑک اٹھا۔ جو تاثرات اس نے فارس کے سامنے چھپا کر رکھے تھے، وہ چہرے سے عیاں ہونے لگے۔ آنکھوں میں ان جانا

www.pklibrary.com

سا خوف اتر آیا تھا۔ کیا وہ اس سے ناراض ہو چکا ہے؟ اسے ایک دم سے فکر ہوئی۔ اسے پہلی بار اس طرح اس کی ناراضی کی فکر ہوئی تھی۔

☆☆☆

وہ سارا دن اپنے کمرے میں ہی رہی۔ مسز شیرازی وقفے وقفے سے اسے دیکھنے آتی رہیں۔ سائڈ ٹیبل پر رکھا اس کا موبائل آج بہت خاموش تھا۔ کروٹ پر کروٹ بدلتے۔ نیم تاریکی میں پنکھے کو گھورتے۔ خود سے لڑتے۔ اور خود سے الجھتے وہ کافی سے زیادہ بے قرار رہی۔ فارس ضروری کام کے سلسلے میں شہر سے باہر تھا۔ اس کی واپسی رات تاخیر سے متوقع تھی۔ مسز شیرازی نے اسے آگاہ کر دیا تھا۔

وہ سو چکیں تو اسے گھر میں ایک دم سے خاموشی کا احساس ہوا۔

دل اداس تھا۔ دل پریشان بھی بہت ہو رہا تھا۔ طبیعت کا بوجھل پن الگ۔ نفسیاتی حالت بھی عجیب ہو رہی تھی۔ اس نے موبائل اٹھا کر فارس کو کال کی تو موبائل آف ملا۔ کتنی ہی دیر تک وہ آنکھوں کو مسل مسل کر نمی دباتی رہی۔

اسے اپنی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ اپنا لہجہ اور رویہ یاد آ رہا تھا۔ وہ سارے الزام جو اس نے لگائے۔ وہ تمام شک جو اس نے دکھائے۔

پتا نہیں اسے کیا ہوا تھا۔ حالانکہ وہ ہر تکلیف، ہر بات دبا لیتی تھی۔ برداشت کر کے نظر انداز کر جاتی تھی خصوصاً عدینہ زبیر کے معاملے کو اس نے کبھی بھی اس حد تک اپنے سر پر سوار نہیں کیا تھا۔ مگر پریگنینسی کے بعد سے وہ ایسا نہیں کر پا رہی تھی۔ اس کے مزاج میں خاطر خواہ تبدیلی آئی تھی۔ چھوٹی سی بات اسے پہاڑ جتنی لگتی تھی۔ ایک ذرا سا وہم ہولا دیتا تھا۔ ایک ذرا سا شک دہلا دیتا تھا۔

گھڑی رات کے بارہ بجا رہی تھی۔ فارس ابھی تک نہیں آیا تھا۔ وہ گھر کے عقبی لان میں سوئمنگ پول کے عین سامنے آہستگی سے ٹہل رہی تھی۔ سر اور کندھے جھکے ہوئے تھے۔

یونہی ایک چکر کاٹ کر سر اٹھایا تو فارس وجدان پر نظر پڑتے ہی اس کی دھڑکنیں تھم گئیں۔ وہ راہداری سے گزر کر اسی طرف آ رہا تھا۔ اس کی کشادہ پیشانی پر بل تھے، جبڑے بھی کچھ سختی سے بھنچے ہوئے۔ وہ اسے غصے میں لگا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

اس کے قریب پہنچ کر اور پھر کچھ سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے جھکا تو وہ ایک دم سے گھبرا گئی تھی۔

"آرام کرنے کا کہا تھا میں نے تمہیں۔ حد ہے۔"

لب بھینچ کر اس نے جنت کا ہاتھ پکڑا اور واپس کمرے میں لے آیا تھا۔

"سو ہاؤ آر یو فیلنگ؟" وہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ اور فارس سامنے کھڑا رسٹ واچ، کف لنکس وغیرہ اتارتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ چہرے پر گزشتہ شب کا کوئی اثر نہ تھا۔ نہ خفگی۔ غصہ یا برہمی۔ کچھ بھی نہ تھا۔ ہاسپٹل سے واپسی کے بعد وہ اسے اب نظر آیا تھا۔ اب بات ہوئی تھی۔ اب دیکھ رہا تھا۔

"آئم گڈ!" نظریں چرا کر یہاں وہاں دیکھنے لگی۔ پورا سین، باتیں، اپنا رویہ یاد آ رہا تھا تو شرمندگی الگ ہو رہی تھی۔ صرف ایک قتل کا الزام باقی رہ گیا تھا۔ اس کے علاوہ تو وہ اسے ہر طرح کا مجرم بنا چکی تھی۔

اب وہ سامنے وارڈ روب کھولے کھڑا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ کپڑے نکال کر واش روم میں چلا گیا۔

وہ شاور کی آواز سنتی سر جھکائے بیٹھی رہی۔ اسے فارس سے بات کرنی چاہیے؟ کیا بات کرنی چاہیے؟ ذہن بے طرح سے الجھا ہوا تھا۔ کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

شاور لینے کے بعد وہ ہلکے سرمئی رنگ کے ٹراؤزر پر بغیر بازوؤں والی سیاہ بنیان میں باہر آیا تھا۔ بالوں کو اچھی طرح سے رگڑ کر خشک کرتے اس پر نظر پڑی تو رک گیا۔

"تم پھر سے رو رہی ہو۔"

www.pklibrary.com

جنت نے رخ موڑ کر اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تو اس کے دل کو کچھ ہوا۔

"اب کیا ہو گیا۔" وہ ایک دم سے نرم پڑا تھا۔ برابر میں بیٹھتے ہوئے اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"میں نے تمہیں کتنی بار کالز کیں۔ تم نے مجھ سے بات نہیں کی۔ تم نے میرے میسج بھی نہیں دیکھے۔ اور اب تم۔"

"اب میں کیا؟" وہ ذرا حیران ہوا تھا۔

اس کا ذہن منتشر تھا۔ پہلے کچھ اور کہہ رہی تھی۔ اب کچھ اور کہنے لگی تھی۔

"میں کل ڈر گئی تھی فارس۔ مجھے لگا۔ تم مجھے وجدان ہاؤس سے نکال کر وہاں شفٹ کر رہے ہو۔ تم عدینہ کو واپس لا رہے ہو۔ تو بس اس وجہ سے میں نے....."

وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔ جس طرح کے حالات سے وہ گزری تھی۔ اس کا یہ خوف فطری تھا۔ وہ اس کے کسی بھی ردعمل پر ناراض نہیں ہو سکتا تھا۔ کسی بھی بات پر پریشان نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر اس کی یہ وضاحت۔

"ہماری بات تو کل ختم ہو گئی تھی۔" اس نے بہت ہلکے پھلکے سے لہجے میں کہا۔ مگر وہ بھیگی آنکھوں کے ساتھ سر جھکائے رہی۔ جیسے اس کے لیے تو کچھ بھی ختم نہیں ہوا تھا۔

"ویسے تمہیں نہیں لگتا ہمارا ریلیشن دن بدن اسٹرونگ ہوتا جا رہا ہے؟" متبسم لہجے میں پوچھا تو جنت نے چونک کر نا سمجھی کے عالم میں سر اٹھایا۔

"اب یہی دیکھ لو۔ کیا پہلے کبھی ایسا ہوا کہ میں کال نہ کروں اور تم اتنا پریشان ہو جاؤ۔"

وہ ایک دم سے بوکھلا گئی۔

"ایسا تو نہیں ہوا۔ میں اس وجہ سے پریشان نہیں تھی۔"

آنکھیں رگڑ کر صاف کرتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ لمحوں میں اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے اپنے تاثرات کو بدلا تھا۔ اپنے خوف کو چھپایا تھا۔ اپنی پریشانی کو رفع کیا تھا۔ وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

"گڈ نائٹ۔" کمفرٹر تان کر وہ سوتی بن گئی۔ جیسے مزید کچھ کہنے کو۔ اور کچھ سننے کو رہا ہی نہ تھا۔ اندر کا شور بھی کچھ حد تک تھم گیا تھا۔ کسی بات کو سوچ کر اسے اب وحشت بھی نہیں ہو رہی تھی۔

تولیہ صوفے پر اچھالتے ہوئے وہ اپنی سائڈ پر آ گیا تھا۔ سونے سے پہلے وہ کچھ دیر تک موبائل اٹھائے بیٹھا رہا تھا۔ کچھ میسجز اور ای میلز تھیں جنہیں دیکھنا ضروری تھا۔ جنت اس کی جانب کروٹ بدلے گہری نیند میں اتر چکی تھی۔

موبائل رکھ کر وہ اسے دیکھنے لگا تھا۔ رنگت ہنوز زرد تھی۔ آنکھوں کے حلقے بھی کچھ نمایاں ہو رہے تھے۔ وہ پہلے سے کچھ بہتر تھی مگر اسے پھر بھی کمزور لگی۔ جھٹکا کم تو نہیں تھا جو اسے لگا تھا۔ نہ وہ اسٹریس کم تھی جو اس نے گزشتہ شب لی تھی۔

اس نے کمفرٹر کھینچ کر درست کرتے ہوئے لیمپ آف کر دیا تھا۔ مگر باوجود کوشش کے وہ سو نہیں سکا تھا۔ شور ایسا ہی تھا دہلا دینے والا۔ بند آنکھوں پر ٹھہرے مناظر بھی۔ کسی اذیت سے کم نہ تھے۔

کانچ وہ جو قدموں کو چھو رہا تھا۔ آگ وہ جو سینے میں جل رہی تھی۔ اس کے وجود میں جیسے دھواں بھر گیا تھا۔ مٹھیاں بھینچ کر اس نے اپنا سر تکیے میں دے دیا تھا۔ وہ سونا چاہتا تھا۔ بہت گہری نیند سونا چاہتا تھا۔

مگر گزشتہ رات کی طرح آج رات بھی اسے نیند نہیں آنے والی تھی۔ اور اگلی کئی راتوں تک بھی شاید وہ اسی بے خوابی کا شکار رہنے والا تھا۔

☆☆☆

ناشتے کی میز پر وہ بہت زیادہ خاموش تھی۔ مسز شیرازی اور فارس تو روزمرہ کی طرح بات کر رہے تھے مگر اسے تو جیسے کسی بھی بات کا جواب دیتے ہوئے عجیب دقت سی ہو رہی تھی۔ بار بار نظر اٹھا کر فارس کو دیکھتی تھی تو اس کے چہرے کے تاثرات اور لہجے میں

www.pklibrary.com

کسی قسم کا فرق یا تبدیلی نظر نہیں آ رہی تھی۔

اپنے ٹیبلٹ پر ہیڈ لائنز دیکھتے ہوئے وہ گاہے بگاہے اس سے بھی مخاطب ہو رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے ٹوسٹ پر جیم لگانے کو کہا تھا۔ پھر اورنج جوس کا گلاس مانگا تھا۔ اور اب کپ میں چائے ڈالنے کو کہہ رہا تھا۔

پتا نہیں اسے کیا ہو گیا تھا؟ اندر ہی اندر خود سے الجھتے ہوئے اس نے چائے کا کپ اس کے سامنے رکھا۔ سب نارمل تھے تو وہ کیوں ابنارمل ہو رہی تھی؟

ناشتے کے بعد اس نے ورک آؤٹ کیا اور اپنے منتشر خیالات اور پیچیدہ سوچوں کو آرگنائز کرتی وہ لان میں آ گئی۔ کھلی فضا میں گہری سانس لیتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر شیشے کی دیوار کی طرف جہاں فارس وجدان اسے سیل فون کان سے لگائے بات کرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ مسز شیرازی اپنے اسٹوڈیو میں تھیں۔ وہ ان کے پاس بیٹھ گئی۔ عموماً وہ دوپہر میں واک کے لیے پارک جاتی تھی مگر آج دس بجے ہی میڈ کو ساتھ لیے چلی گئی۔ اقصیٰ اپنے کالج گئی ہوئی تھی ورنہ وہ اس کے ساتھ ہی جاتی۔

سر پر دوپٹہ اور شال اچھی طرح سے لیے، وہ سینے پر بازو باندھے جاگنگ ٹریک سے قدرے فاصلے پر سرسبز کیاری کے قریب آہستگی سے قدم اٹھا رہی تھی جب اسے اپنے عقب میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ بے اختیار مڑ کر پیچھے دیکھا تو اسے فارس دکھائی دیا۔

یہ آفس نہیں گیا؟ وہ اسے دیکھ کر ایک دم سے حیران ہوئی۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ اب اس کے برابر میں اس کی ہی رفتار سے قدم اٹھانے لگا تھا۔

"تم..... یہاں....."

"ہاں۔" اس کا لہجہ ویسا ہی متوازن تھا۔

اللہ کرے خیر ہو، وہ بہت اندر تک ڈر گئی۔

"چونکہ میں کچھ معاملات میں ردوبدل کرنے والا ہوں سو۔ مجھے لگا تم سے بات کر لینی چاہیے۔"

جنت کا دل زوروں سے دھڑکا۔ آخر ایسی کون سی بات تھی جو گھر میں نہیں ہو سکتی تھی۔ اور جس کے لیے اسے اپنے آفس سے بھی چھٹی کرنی پڑی تھی۔

وہ رک گئی۔ دونوں آمنے سامنے ہوئے۔ چند لمحوں تک سسپنس کی انتہا کرتے ہوئے وہ چپ کھڑا رہا۔ اور وہ بھی مضطرب سی یہاں وہاں دیکھتی رہی۔ بالآخر اس نے سنسنی خیز خاموشی کا قفل توڑا۔

"آج سے تم واک پر میرے ساتھ آؤ گی۔ شاپنگ کے لیے۔ ڈنر کے لیے بھی۔ آئمہ کے ساتھ اپنے پلانز کینسل کر دو۔ بلکہ میں اسے خود منع کر دوں گا۔ اسے جب بھی ملنا ہو گا وہ ہمارے گھر آئے گی۔ دیکھتا ہوں، میرے ہوتے ہوئے کون تمہارے اس چھوٹے سے دماغ میں خناس بھرنے کی کوشش کرتا ہے۔" اس نے جھک کر انگشت شہادت سے جنت کی پیشانی پر ٹھونکی۔

اس نے بوکھلا کر سر اٹھایا۔ فارس وجدان کی پہلی تمام باتیں ایک طرف۔ اور آخری ایک بات دوسری طرف۔

"تم میرے دماغ کو چھوٹا کہہ رہے ہو؟" آواز صدمے سے پھٹ گئی تھی۔

"کیا نہیں کہنا چاہیے؟" اس نے اپنے ہاتھ ٹریک سوٹ کی جیبوں میں ڈال لیے۔ "میں تمہیں ایک گھر دینا چاہ رہا تھا اور اس کے لیے مجھے وضاحتیں دینی پڑیں۔ تم رائٹر کیوں نہیں بن جاتیں؟ اتنا سنسنی خیز سنیاریو ہوتا ہے تمہارے دماغ میں۔ میں خود حیران رہ جاتا ہوں۔"

اور وہ جو اپنے ضمیر کی ملامتیں سہتی اپنے آپ میں چھپتی پھر رہی تھی، ایک دم سے چڑ گئی۔

"ابھی رات تم کہہ رہے تھے یہ بات ختم ہو چکی ہے۔"

"کیا میں نے واقعی ایسا کہا تھا؟" وہ حیران ہوا۔ آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

جنت نے تپ کر اسے دیکھا۔

"تمہاری یادداشت کمزور نہیں ہوتی جا رہی؟"

"تمہاری صحبت کا اثر ہے، کیا کر سکتا ہوں۔"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، فارس جاگنگ

www.pklibrary.com

ٹریک پر بھاگتے ہوئے دور نکل گیا تھا۔ وہ بھنویں سکیڑے اپنی جگہ کھڑی رہ گئی تھی۔

☆☆☆

کھانے کے بعد وہ اپنے لیے سبز چائے بنا رہی تھی جب ملازم اسے ایک خاکی لفافہ دے کر گیا تھا۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے لفافہ چاک کر کے کاغذات نکالے اور اپنی جگہ تھم گئی۔

وہ بچے کی کسٹڈی کے پیپرز تھے۔ اس کا اعتبار بحال کرنے کوشش۔ اس کا اعتماد جیتنے کی جستجو۔ جو کہا تھا اس نے وہ کر دکھایا تھا۔

اور جنت کو تو ایسی کوئی بات یاد ہی نہ رہی تھی۔

اسی لمحے موبائل بج اٹھا۔ برفیلے پہاڑوں کے ساتھ آنٹی کا بیٹا لکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اسے اپنے ہاتھ منجمد ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ نچلا لب کاٹتے ہوئے اس نے کال ریسیو کر لی تھی۔

"تمہیں پیپرز مل گئے؟"

کس قدر کوشش سے اس کے لب ہلے۔

"ہاں۔"

"گڈ۔" دوسری طرف اطمینان بھری آواز آئی۔ "اور کوئی حکم؟" وہ اپنے مخصوص لہجے میں بہت سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"میں نے ایسا کوئی حکم تو نہیں دیا تھا۔" اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے تھے۔ سر جھک گیا تھا۔

"حکم نہیں دیا تھا۔ مگر یقین بھی تو نہیں کر رہی تھیں۔ اب جو تمہاری اسٹوری کا ولن ہے۔ اسے ہیرو بننے کے لیے کچھ تو کرنا تھا۔"

اس نے بے اختیار نچلا لب دانتوں میں دبایا۔ آنکھیں مکمل نم ہو چکی تھیں۔

"ہاں تو کیا میں نے کہا تھا میرے ساتھ اتنا برا کرو۔" بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے آنکھوں کو مسلتے ہوئے آواز کو حتی الامکان مضبوط کیے رکھا۔

"جو اچھا کر رہا ہوں، اسے بھی تو دیکھو۔"

وہ چپ رہی۔ کہنے کو کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ اس نے خاکی لفافہ کاؤنٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔

"اب کیا کر رہی ہو؟" وہ موضوع بدلتے ہوئے بولا۔

"سبز چائے بنا رہی تھی۔" اس نے داہنے ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کیے۔ مڑ کر آنچ ہلکی کر دی۔

"اس کے بعد کیا کرو گی؟"

"آنٹی کے ساتھ لان میں جاؤں گی۔ وہ ابھی نماز پڑھ رہی ہیں۔"

"اس کے بعد۔"

"اس کے بعد....." ایک لمحے کو رکی۔ "پتا نہیں۔"

"موسم اچھا ہو رہا ہے۔ کیا خیال ہے، کہیں باہر چلیں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ جنت چپ رہی۔

"ممی سے بھی کہو۔ آج ہم تینوں چلیں گے۔" کہہ کر کال کاٹنا چاہی۔

"سنو۔" جنت نے ایک دم سے کہا تو وہ سیل فون کان سے ہٹاتے ہٹاتے رک گیا تھا۔

"سناؤ۔"

وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے چند لمحوں تک کھڑی رہی۔ پھر ہمت مجتمع کر کے بولی۔

"تمہارا شکریہ۔"

فارس کے لبوں پر تبسم بکھرا۔

"اچھا تو وہ کس لیے؟" وہ انجان بنتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"اب وجہ تم خود ہی ڈھونڈ لو۔" اس نے تپ کر کال کاٹ دی۔ وہ مسکرا کر رہ گیا۔

جنت کمال نم آنکھوں کے ساتھ خاکی لفافے کو دیکھتی رہ گئی تھی۔

☆☆☆

مسز شیرازی کے اسٹوڈیو میں وہ اس وقت اکیلی موجود تھی۔ ترتیب سے رکھی پینٹنگز اور دیگر اشیاء کو دیکھتے اس نے پردے کھینچ کر ہٹا دیے تھے۔ کھڑکیوں کو بھی کھول دیا تھا۔ کھلی فضا میں گہری سانسیں لیتی کتابوں کے ریک کے سامنے جا کھڑی

www.pklibrary.com

ہوئی تھی۔ آرٹس اور شاعری کی بہت سی کتابیں تھیں جنہیں وہ ہاتھوں میں لے کر، چند ایک صفحے پلٹ کر اور کچھ عبارتیں پڑھ کر رکھتی جا رہی تھی۔ کتابوں کے ساتھ ہی بالکل کونے میں ایک رجسٹر کے سائز کا پکچر فریم رکھا تھا۔ اس نے وہ فریم اٹھا لیا تھا۔ اس پر چڑھا کاغذی کور ہٹا دیا۔

ایک شان اور تمکنت سے شاہی کرسی پر براجمان اعظم شیرازی۔ سمارٹ اور کسرتی جسم کے مالک۔ بھورے بال۔ بھورے رنگ کی تراشیدہ داڑھی۔ زیرک نگاہیں۔ بارعب سی شخصیت۔ پیشانی تو بالکل فارس جیسی لگ رہی تھی۔ عقب میں مسز شیرازی اپنے شوہر کے ہمراہ سیاہ ساڑھی میں ملبوس کھڑی تھیں۔ وہ اس قدر ڈیسنٹ اور پرکشش لگ رہی تھیں کہ جنت کتنی ہی دیر تک ان کے چہرے پر سے نگاہ نہیں ہٹا سکی۔ بے ساختہ ان کے چہرے کو چھوا۔ ان کی سیاہ آنکھوں میں زندگی کی رمق نمایاں تھی۔ اور ان کی مسکراہٹ تو آج بھی اسے بہت خوب صورت لگتی تھی۔

تھری پیس سوٹ میں ملبوس ہارون شیرازی کے لبوں پر مبہم مسکراہٹ رقصاں تھی۔ اعظم شیرازی کے پہلو میں سات آٹھ سال کا پیارا سا بچہ کھڑا تھا۔ یہ بچہ فارس وجدان نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں ہیزل نہیں تھیں۔ نہ ہی سیاہی مائل بالوں میں شہد رنگ کی آمیزش تھی۔ یہ لڑکا حماد شیرازی تھا۔ ایک مکمل خاندان کی ایک مکمل تصویر۔ جس میں فارس وجدان کہیں نہیں تھا۔

اس نے ایک بار پھر اپنی نگاہیں اعظم شیرازی کے باوقار چہرے پر جما لی تھیں۔ اسے لگا وہ اسے دیکھ رہے ہیں۔

"وہ مجھے مار دیں گے۔" اذیت میں ڈوبی۔ خوف سے لرزتی فارس کی آواز۔

"کون؟"

"اعظم شیرازی!"

اس کے دل کو ایک دم سے کچھ ہوا۔ خشک لبوں کو تر کرتے ہوئے اس نے فریم واپس رکھنا چاہا تھا جب اقصیٰ نے پیچھے سے گردن نکالی تھی۔

"السلام علیکم آپی۔"

"اف اللہ! اقصیٰ ڈرا دیا تم نے مجھے۔" سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے جھڑک دیا۔ اقصیٰ نے دانت نکالے۔ پھر فریم کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں پھیلیں۔

"ارے یہ بڑے صاحب ہیں؟ اعظم صاحب؟" اس نے تصدیق کے لیے جنت سے پوچھا تھا۔

"ہاں۔"

"اللہ بخشے انہیں۔ ویسے کہنا تو نہیں چاہیے۔ پر ابا بتاتے ہیں۔ بہت سخت آدمی تھے۔" اس نے اعظم شیرازی کو ذرا سی گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ان کی شخصیت تھی ہی ایسی۔ تصویر میں بھی ایک رعب سا جھلک رہا تھا۔

"تمہارے بابا جانتے ہیں انہیں؟" جنت نے کچھ حیرت سے مڑ کر پوچھا تھا۔

"جی، ابا نے کوئی دس سال بڑے صاحب کے گھر میں کام کیا ہے۔"

"اچھا۔"

"تو اور کیا۔" اس کے لیے جیسے یہ بڑے اعزاز کی بات تھی۔

"پھر تو تمہارے ابا سب کو جانتے ہوں گے۔ فارس، حماد بھائی اور ہارون انکل کو بھی۔"

"ارے کہاں۔" اقصیٰ نے ایک دم سے ہاتھ ہلایا۔

"ابا تو صرف حماد صاحب اور ہارون صاحب کو جانتے تھے۔ فارس صاحب سے تو کبھی ملے ہی نہیں تھے۔ آپ کو پتا ہے جب ابا کو فارس صاحب نے اسلام باد بلوایا تھا تو انہیں تب پتا چلا یہ بھی ان کے بیٹے ہیں، ہاہا۔" وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کے ہنسی۔ اور جنت ہونق بنی اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"ابا بہت بھولے ہیں آپی۔ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ ادھر ادھر کوئی توجہ ہی نہیں دیتے۔ آپ کو

www.pklibrary.com

پتا ہے، ایک بار نکی خالہ لاہور سے آئی ہوئی تھیں تو ابا اماں سے پوچھنے لگے یہ کون ہے۔ اور اماں نے انہیں وہ گھورا کہ بس کہ لو بتاؤ۔ بیوی کی بہن نہیں پہچانی گئی۔ ابا ہنستے رہے کہ بھئی چھوٹی سی بچی ہوا کرتی تھی۔ اب تو تم سے بھی بڑی لگ رہی ہے۔ اور ایک بار جیدے کو اپنے ساتھ ملا عبدالحکیم کی شادی پر لے گئے تھے۔ واپسی پر اسے وہیں بھول آئے۔"

"ایک سیکنڈ۔" جنت نے اسے بروقت بریک لگایا۔

"تمہارے کہنے کا مقصد ہے۔ جب تمہارے ابا فارس کے دادا کے گھر کام کرتے تھے۔ تو وہاں فارس نہیں رہتا تھا؟"

"رہتے ہوں گے جی۔ پکا رہتے ہوں گے۔ میں نے آپ کو بتایا نا۔ میرے ابا نے نہیں دیکھا ہو گا۔" اسے پورا یقین تھا۔

"کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی کسی گھر میں دس سال کام کرے اور اسے اس کے مکینوں کا نہ پتا ہو؟" جنت نے الجھ کر پوچھا۔

اقصیٰ نے ایک دم سے چونک کر جنت کو دیکھا۔ اس کے ابا بہت بھولے ہیں، یہ بات وہ بھول گئی۔ آنکھیں پھیلائے جنت کو دیکھے گئی۔ پھر سوچ میں پڑ گئی۔ بات تو اس کی آپی کی ٹھیک تھی۔ ذہن کو یہاں وہاں دوڑا کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کی کہ ابا نے اور کیا بتایا تھا۔

"ارے ہاں، آپی یہ سب تو زیادہ تر امریکا رہتے تھے۔" اسے ایک دم سے یاد آیا تو خوش ہو کر بولی۔ "کبھی کبھار چھٹیوں میں آتے تھے۔"

"اچھا!" اس کی نگاہیں ایک بار پھر تصویر پر جم گئی تھیں۔

"ارے میں تو بھول گئی۔" اقصیٰ کو ایک دم سے کام کی بات یاد آئی تو پیشانی پر ہاتھ مارا۔ "فارس صاحب۔ وہ بلا رہے ہیں آپ کو۔"

"اب بتا رہی ہو۔" پکچر فریم رکھ کر جنت کچھ عجلت میں قدم اٹھاتی اسٹوڈیو سے چلی گئی تھی۔ اقصیٰ نے رک کر ایک بار پھر اس تصویر کو دیکھا تھا۔

کیسے دیکھ رہے تھے اعظم شیرازی۔ بالکل فارس صاحب کی طرح۔

جھرجھری سی لے کر اس نے سوچا تھا۔ پھر سر جھٹک کر باہر چلی گئی تھی۔

☆☆☆

شام کا کھانا جنت نے فارس اور مسز شیرازی کے ساتھ لان میں کھایا تھا۔ کچھ کام کا بوجھ تھا اور کچھ اس لیے کہ فارس پچھلی کچھ راتوں سے بے آرام تھا تو سونے کی غرض سے وہ جلد ہی کمرے میں چلا گیا تھا۔ جبکہ جنت کچھ دیر تک مسز شیرازی کے پاس ہی بیٹھی رہی تھی۔

دس بجے کمرے میں گئی تو اسے پانی کا خالی گلاس سائڈ ٹیبل پر رکھتے دیکھ کر چونک گئی۔ اس کا تو خیال تھا وہ اب تک سو چکا ہو گا۔

"تم ابھی تک جاگ رہے ہو۔" ذرا سا حیران ہوئی۔

"ہاں وہ نیند۔ نہیں آئی۔" کہہ کر دوبارہ لیٹا۔ کمفرٹر سینے تک کھینچا۔ لیمپ آن رہنے دیا۔ جنت بائیں طرف سے اپنی جگہ پر آ گئی۔

"ایک بات پوچھوں؟"

"ہوں!" وہ آنکھیں بند کیے ہوئے تھا۔

وہ کچھ لمحوں تک خاموش رہی۔

"تم مجھے گھر کیوں دینا چاہ رہے تھے؟" جو سوال دل میں تھا، وہ لبوں پر آ گیا۔ وہ برابر میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

فارس نے دھیرے سے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک خاموش رہا۔

"اس لیے کہ اگر تم علیحدگی کا فیصلہ کرتی ہو تو تمہارے پاس ایک مستقل ٹھکانا ہونا چاہیے۔ میں نہیں چاہتا تمہیں کسی بھی طرح کی کوئی پریشانی ہو۔"

جنت کمال اگلے کئی لمحوں تک کچھ کہہ نہ سکی۔

اس کی آنکھوں میں آنسو ٹھہرے تھے۔ وہ ہمیشہ اس کے بارے میں غلط سوچتی تھی۔ غلط

www.pklibrary.com

اندازے لگاتی تھی۔

وہ کروٹ کے بل بازو سر کے نیچے رکھے اسے دیکھنے لگا۔

"اور اگر میں نے علیحدگی کا فیصلہ نہ کیا تو؟"

کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ فارس کے لبوں پر مسکراہٹ سی پھیلی جسے دیا کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"پھر بھی تمہیں ایسا گھر چاہیے جہاں تم مجھ سے ناراض ہو کر جا سکو۔ میں تمہیں منانے آسکوں۔"

جنت آنکھوں میں نمی اور درد لیے اسے دیکھ کر رہ گئی۔ وہ اس جواب کے لیے تیار نہیں تھی۔ بالکل بھی نہیں تھی۔ اسے ایک دم سے رونا آیا مگر ضبط کیے رہی۔

"تمہیں گھر کیسا لگا؟" چند ثانیوں کے بعد اس نے پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک سے دیکھ نہیں سکی۔ تمہیں کیسا لگا؟" آہستگی سے پوچھا۔

"بہترین۔ میرے خیال سے تو لوکیشن بھی پرفیکٹ ہے۔ یعنی اگر تم مجھ سے لڑ کر وجدان ہاؤس سے پیدل وہاں جانا چاہو گی تو صرف دس منٹ ہی لگیں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ جب تمہارا اپنا ذاتی ڈرائیور ہو گا تو پھر پانچ منٹ۔ اور اگر ڈرائیونگ سیٹ میں نے سنبھالی ہو گی۔ تو پھر پورا ایک گھنٹہ لگے گا۔"

اور وہ نم آنکھوں کے ساتھ ایک دم سے ہنس پڑی۔ فارس کے لیے اس لمحے اس کی ہنسی سے زیادہ قیمتی شے اور کچھ نہ تھی۔

"یعنی تم ابھی بھی اپنا فائدہ اور آسانی دیکھ رہے ہو۔"

"بالکل میرا حق ہے ایسا کرنا۔"

"ڈن کر دوں؟" پھر تصدیق چاہی۔

اس نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"ویسے میں اتنی بھی کنگلی نہیں ہوں جتنا تم مجھے سمجھ رہے ہو۔" چند لمحوں کے بعد اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ آنکھوں میں چمک ٹھہری تھی۔ لہجہ خوش گوار ہو رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے تک جو اس کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا وہ اب کسی پھول کی طرح کھل اٹھا تھا۔

"میرے نانا نے اپنا گھر میرے نام کیا تھا۔ بہت بڑا گھر ہے، بہت پیارا بھی ہے۔"

"ہاں لیکن اتنا دور۔ اب تمہیں کوئٹہ منانے کون جائے؟"

وہ ایک دم سے ہنسی اور اگلے ہی لمحے ٹھٹھک گئی۔

"تمہیں کیسے پتا، میرے نانا کا گھر کوئٹہ میں ہے؟"

فارس کی نیند بھک سے اڑی۔ آنکھوں پر سے بازو ہٹا کر اسے دیکھا۔ وہ کچھ دیر پہلے تک لیٹی ہوئی تھی اور اب بیڈ پر آلتی پالتی مارے انتہائی مشکوک نگاہوں سے اسے گھور رہی تھی۔

"تم نے بتایا تھا مجھے۔" فوراً ہی سنبھل کر کہا۔

"میں نے تمہیں یہ بات کبھی نہیں بتائی۔" وہ پورے وثوق سے بولی۔ فارس نے اندر ہی اندر خود کو کوسا۔ بھلا کیا ضرورت تھی اس طرح بات کرنے کی۔

"بتائی تھی، تم بھول گئی ہو۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ یقیناً کچھ چھپا رہے ہو مجھ سے۔"

"بالکل نہیں۔ تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو۔"

جنت کے تیور کافی حد تک خطرناک ہو چکے تھے،

وہ لب بھینچ کر اس پر جھکی۔ "تم نے میری جاسوسی کی؟"

فارس کا منہ کچھ صدمے اور حیرت سے کھلا۔

"میں ایسا کیوں کروں گا؟"

"یہ تو تم ہی مجھے بہتر بتا سکتے ہو۔"

"گاڈ سیک جنت!"

"پھر تمہیں یہ کیسے پتا چلا میرے نانا کا گھر کوئٹہ میں ہے؟ ہاں؟"

وہ لاجواب ہوا۔

www.pklibrary.com

"اور یاد ہے ایک بار تم نے مجھ سے کہا تھا۔" کھنکھار کر گلا صاف کیا، تاثرات میں ایک دم سے مصنوعی سنجیدگی لے آئی۔

"تم میں، میں اتنی سی دلچسپی بھی نہیں رکھتا کہ اپنے آدمیوں کو تمہارے حوالے سے آرڈر دیتا پھروں۔ یاد آیا؟"

فارس کو سب اچھی طرح سے یاد آ گیا۔

"سو جاؤ جنت!" کمفرٹر سر تک لیتے ہوئے اپنی شکل گم کرنا چاہی۔ جنت نے فوراً ہی کھینچ کر ہٹا دیا۔ "میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔"

وہ بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اب اس مسئلے سے جان کیسے چھڑائے۔

"مجھے صبح آفس بھی جانا ہے۔"

"ہاں تو میں نے کب کہا، مت جانا۔" لب بھینچ کر اسے گھورتی رہی۔ وہ گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"آخر تم مان کیوں نہیں رہے کہ تم نے میری ساری معلومات نکلوائی ہے؟"

وہ خاموش ہو گیا۔ وہ جھک کر اس کی آنکھوں کو پڑھتی رہی۔

"دیکھا۔" پھر فوراً سیدھی ہو بیٹھی۔ "مجھے پتا تھا، تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میں نے اپنے کوئٹہ والے گھر کے بارے میں تمہیں کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

وہ کہنی کے بل ذرا سا اوپر ہوا۔

"اب پن اور پیپر اٹھاؤ اور بیٹھ کر ناول لکھو۔ میں نے تمہیں تمہارے اس کوئٹہ والے گھر کی وجہ سے اپنایا ہے۔ کیونکہ وہ گھر ایک ایسے خطے پر ہے جس کی قیمت کروڑوں میں ہے۔ زمین کے نیچے خزانہ چھپا ہوا ہے۔ وہیں کہیں میری کوئی محبوبہ بھی رہتی ہے۔ جنات کے ساتھ بھی میرا رابطہ ہے۔ اور میں تمہیں بہلا پھسلا کر وہاں لے جانا چاہتا ہوں تاکہ وہاں کسی کنویں میں پھسل کر تم ہلاک ہو سکو اور میں وہ زمین ہتھیا سکوں....."

جنت اس افتاد پر ایک دم سے بوکھلائی اور پھر چڑ کر اس نے ہاتھ میں دبا ہوا کشن اٹھا کر اسے دے مارا۔ فارس کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ ناراض ہو کر فوراً سے اٹھ گئی۔

"میں تو تمہاری مشکل آسان کر رہا تھا۔ تم ساری رات سوچتی ہی رہتیں۔ اور تمہیں نیند ہی نہ آتی۔ میں نے سوچا ممکنہ سینارو خود ہی تیار کر دوں۔" آنکھوں میں شرارت لیے سنجیدگی سے کہا۔ لہجہ متبسم تھا۔

سلیپرز پہنتے ہوئے جنت نے تلملا کر اسے دیکھا۔

"بات مت کرو مجھ سے تم۔" کہہ کر باہر نکل گئی۔ دروازہ بند کر کے دروازے کو ہی چند ایک سخت گھوریاں دیں۔

"میری ساری معلومات نکلوائی ہے اور ظاہر ایسے کرتا ہے جیسے کچھ جانتا ہی نہیں۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی کچن میں چلی گئی۔

پورا گھر خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے پانی پیا، ایک بوتل ساتھ لیے کمرے میں واپس آ گئی۔ آہستگی سے دروازہ بند کر کے کچھ دیر اپنی جگہ بیٹھی رہی۔ اور جب تسلی ہو چکی کہ وہ سو چکا ہو گا تو اٹھ کر اس کی بیڈ سائڈ ٹیبل کی طرف آ گئی۔ موبائل کی فلیش لائٹ آن کیے آہستگی سے دراز کھولی۔ اندر پڑی اشیاء کو ادھر ادھر کیا۔ اس کی الرجی ٹیبلٹس، کچھ ضروری کاغذات، والٹ اور گھڑی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس نے پھر صوفے پر رکھی اس کی جیکٹ کی تلاشی لی۔ داہنی جیب سے سلیپنگ پلز اور چند ایک ادویات برآمد ہو گئیں۔

اپنے اندر ایک عجیب سی بے سکونی، وحشت بھرا خوف لیے وہ اپنی جگہ کھڑی رہ گئی تھی۔

لندن جانے سے پہلے اسے یہ مسئلہ نہیں تھا۔ اتنا وہ جانتی تھی۔ یا شاید تب بھی وہ لیتا ہو۔ اسے اندازہ نہیں تھا یہ کب سے شروع ہوا تھا۔ مگر اب کچھ ادویات کا فارس کے ساتھ مستقل طور پر جڑ جانا اسے شدید پریشانی میں مبتلا کر گیا تھا۔

www.pklibrary.com

☆☆☆

ہفتے کا دن تھا۔ اپنی نگرانی میں وہ گراؤنڈ فلور کے بیشتر کمروں کی صفائی کروا رہی تھی۔ ایک نئی ترتیب سے چیزوں کو آرگنائز کرتی، غیر ضروری سامان کو اسٹور روم میں رکھواتی وہ خود بھی ملازمین کے ساتھ جتی ہوئی تھی۔ لکڑی کے باکس میں دھری کچھ آرائشی اشیاء کا جائزہ لیتی وہ سجاوٹ کے لیے کچھ نئی اشیاء کا انتخاب کر چکی تھی۔

مسز شیرازی کے کہنے پر اس نے لاؤنج کی دیوار گیر کھڑکیوں کے پردے بھی بدلوا دیے تھے۔ راہداری کی دیواروں پر کچھ پینٹنگز کا بھی اضافہ کر دیا تھا۔ ان ڈور پلانٹس کی بھی جگہ بدلی تھی۔

اور اب وہ اسٹور روم میں مزید کچھ ایسے بیش قیمت ڈیکوریشن پیسز کا جائزہ لے رہی تھی جو اٹلی فرانس اور جانے کہاں کہاں سے خریدے گئے تھے۔

اس کے حکم پر اقصیٰ سٹول پر چڑھی، اوپری خانوں کا جائزہ لے رہی تھی۔ فائلز کا ایک ڈھیر تھا جو گرد سے اٹا پڑا تھا۔ کاغذات۔ لفافے۔ میگزین۔ اخبارات۔ مگر اس کی تمام تر توجہ اس آرائشی باکس کی طرف تھی جو ڈبے میں پیک کونے میں پڑا تھا اور جسے جنت نے نکالنے کا کہا تھا۔ اسے وہاں سے اٹھانے کی جستجو میں ہاتھ لمبا کیے وہ ایڑیوں کے بل کچھ اوپر ہوئی تھی۔ اگلے ہی لمحے اس کا توازن بگڑا تھا۔

''اقصیٰ!'' اسٹول پر گرفت جمائے جنت چلائی۔ اقصیٰ نے بے اختیاری کے عالم میں ایڑیاں ٹکاتے ہوئے الماری پر گرفت جمائی۔ مگر وہ باوجود کوشش کے بھی ان فائلز کو نہ سنبھال سکی جو دھڑ دھڑ لڑھکتی سیدھا فرش پر آن پڑی تھیں۔

''تم ٹھیک ہو؟'' جنت نے سر اٹھا کر پوچھا تھا۔

''ج..... جی جی..... میں فائن، بالکل فائن۔'' وہ الماری سے چپکی کھڑی رہی تھی۔ جنت نے بے اختیار سکھ بھرا سانس لیا۔ اقصیٰ نے آرائشی باکس اس کے حوالے کیا اور خود بے حد احتیاط سے نیچے اتر آئی۔

''اف۔ ایک کام سمٹتا نہیں۔ دوسرا بکھر جاتا ہے۔'' فرش پر بکھرے کاغذات کا ڈھیر دیکھ کر جنت جھنجلائی تھی۔

''میں انہیں سمیٹ لیتی ہوں آپی۔'' اقصیٰ کہہ کر پنجوں کے بل بیٹھ گئی تھی۔ اب ایک ایک کر کے سارے کاغذات فائلز میں رکھتی جا رہی تھی۔

احتیاط سے قدم اٹھاتے ہوئے وہ جانے کے لیے مڑ ہی رہی تھی کہ نگاہ فرش پر گرے اخبار کے فرنٹ پیج پر پڑی اور وہ ٹھٹھک کر رک گئی۔ جھک کر اخبار اٹھا لیا۔ اگلے ہی لمحے خبر پڑھتے ہی وہ صدمے سے گنگ اپنی جگہ ساکت کھڑی رہ گئی۔

اس کے سامنے حادثاتی موت کی ایک خبر تھی۔ ملک کے ایک نامور بزنس ٹائیکون اعظم شیرازی کے اکلوتے بیٹے ہارون شیرازی اور پوتے حماد شیرازی کی موت کی خبر۔ جو کار ایکسیڈنٹ میں جاں بحق ہوئے تھے۔

کپکپاتے ہاتھوں میں اخبار لیے وہ دم بخود کھڑی تھی۔

مسز شیرازی نے اپنے جوان بیٹے اور شوہر کو۔ ایک ہی دن میں کھویا تھا؟

اس کی پلکیں لرز اٹھیں، وجود پر کپکپی سی طاری ہوئی۔ اخبار ہاتھ میں لیے وہ راہداری میں آ گئی تھی اور وہیں سے بیک ڈور کھول کر اس نے عقبی لان کا رخ کیا تھا۔

جوان بیٹے اور شوہر کی جدائی کا صدمہ ایک ساتھ جھیلا تھا؟

وہ زینے پر رک گئی تھی۔ سوئمنگ پول کے عین سامنے لان چیئرز پر مسز شیرازی فارس کے ہمراہ بیٹھی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

وہ فارس سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ پھر اس کا جواب سن کر وہ ایک دم سے مسکرانے لگی تھیں۔ پھر کسی بات پر ہنس پڑیں۔

محبت کا، رحم کا، ہمدردی کا۔ جانے وہ کون سا

www.pklibrary.com

احساس تھا کہ انہیں یوں، ہنستے مسکراتے دیکھ کر اس کا دل پھٹنے لگا۔ آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔

اس نے ہمیشہ انہیں بہت مضبوط دیکھا تھا۔ اپنی زندگی، وقت اور حالات پر صابر اور شاکر ہی نظر آئی تھیں۔ مطمئن۔ پرسکون۔ پرامید۔ ان کی آنکھوں میں یقین کی ایک گہری چمک نظر آتی تھی۔ ان کا چہرہ حسن ظن سے منور رہتا تھا۔

اس کی نظر فارس تک گئی۔ وہ لان چیئر پر گردن پیچھے کی طرف گرائے آرام دہ حالت میں بیٹھا تھا۔ دھوپ میں آنکھیں بند تھیں۔ تاثرات نرم تھے۔

مسز شیرازی کی نظر جنت پر نہیں پڑی تھی۔ مگر جنت انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔ اخبار پر گرفت بڑھائے وہ واپس پلٹ آئی تھی۔ اسٹور روم کا دروازہ بند کر کے وہ کتنی ہی دیر تک غیر ضروری سامان میں گھری گہری سانسیں لیتی رہی تھی۔

ایک عجیب سی بے سکونی تھی جو اس کے اندر پھیل گئی تھی۔ ایک اذیت بھرا احساس تھا جو اس کی رگ رگ میں سما گیا تھا۔ اسے ایک دم سے مسز شیرازی کے دکھ پر، ان کے نقصان پر، ان کی اذیت پر رونا آیا۔ صدیمہ ایک تو نہ تھا۔ وہ کس قدر مشکل حالات سے گزری تھیں۔

گہری سانس لے کر اس نے اقصیٰ کو دیکھا۔

وہ اپنی دھن میں تمام بکھرے ہوئے کاغذات سمیٹنے میں لگی ہوئی تھی۔ ساتھ ہی کچھ گنگنایا بھی جا رہا تھا۔ ملازمہ کاغذات اور فائلز کا بھرا ہوا ایک کارٹن لیے اندر آئی۔ آج صبح ہی فارس نے اپنی اسٹڈی کی صفائی کا حکم جاری کیا تھا۔ سو غیر ضروری فائلز اور ڈاکومنٹس معمول کی طرح اسٹور روم میں جگہ پانے والے تھے۔ ملازمہ نے وہ کارٹن بقیہ کارٹنز کے برابر میں میز پر رکھ دیا تھا۔

"فارس صاحب نے تو مانو گھر کو ہی آفس بنا دیا ہے۔" اقصیٰ صفحے اکٹھے کر کر کے تھک گئی تھی۔ جنت نے اخبار لپیٹ کر دراز میں رکھ دیا۔ کھڑکی کی سلائڈ کھول دی۔

"اور کیا رکھنا ہے آپی؟"

"اوپر جو پردے رکھے ہیں۔ وہ لے آؤ۔"

اسے حکم دے کر باہر دیکھا۔ کچھ دیر تک گہری سانسیں لیتی رہی۔ اس کی دائیں طرف آج ہی فارس کی اسٹڈی سے آنے والا کارٹن ادھ کھلا سا رکھا تھا۔ خاکی رنگ کا ایک تڑا مڑا ہوا سا لفافہ کونے میں پھنسا تھا۔ اس پر کہیں روبی اکرام کا نام لکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔

☆☆☆

"تم آج چپ چپ سی کیوں ہو؟"

فارس کے پوچھنے پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

"نہیں تو۔" بدقت مسکرائی۔ کتاب ہاتھ میں تھی۔ اس نے ابھی تک اس کا ایک صفحہ بھی نہیں پلٹا تھا۔ گال پر پھسلتی لٹ کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے اس نے فارس کو دیکھا۔

وہ صوفے پر تھی اور فارس بیڈ کی پائنتی کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ لیپ ٹاپ کھلا ہوا تھا۔

اس کی فریم گلاسز پر لیپ ٹاپ اسکرین سبزی مائل عکس منعکس ہو رہا تھا۔ بال ماتھے پر بکھرے تھے۔

وہ کچھ دیر تک اسے دیکھتی رہی۔

"تمہیں حماد بھائی یاد تو آتے ہوں گے۔"

اس کا سوال اتنا اچانک اور فارس کے لیے اس قدر غیر متوقع تھا کہ ٹچ پیڈ پر اس کی انگلی ایک دم سے ساکت ہوئی تھی۔ اس نے بے ساختہ نظر اٹھا کر جنت کو دیکھا تھا۔ لب باہم پیوست رہے۔ جنت کی نگاہیں اس پر جمی تھیں۔ شاید وہ منتظر تھی کہ وہ اپنے بھائی کے ذکر پر اس سے کچھ تو کہے گا۔ مگر فارس کا چہرہ سپاٹ اور زبان بالکل خاموش تھی۔

"اچانک یہ سوال کیوں؟" خود کو مصروف ظاہر کرتے ہوئے وہ ایک بار پھر لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"ایسے ہی خیال آ گیا۔" اس نے کہا۔ "آنٹی بھی ان کے بارے میں زیادہ بات نہیں کرتیں۔"

فارس وجدان کی آنکھیں فریمیلس گلاسز کے پیچھے مکمل چھپ گئی تھیں۔ اس کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ چہرہ مزید سپاٹ اور سنجیدہ سا لگنے لگا تھا۔

www.pklibrary.com

شاید گزر جانے والوں کا ذکر کچھ قریبی رشتوں کے لیے بہت تکلیف دہ ہوتا ہوگا۔ اس نے گہری سانس لے کر سوچا۔ لیکن وہ تو آج بھی اپنے نانا کو یاد کرتی تھی اور ان کے بارے میں ڈھیروں باتیں بھی کرنا چاہتی تھی۔ جانے کیا وجہ تھی کہ اس گھر میں ان لوگوں کا کوئی ذکر نہیں ہوتا تھا جو اسی گھر کا ایک مضبوط حصہ رہ چکے تھے۔

گہری سانس لے کر اس نے کتاب بند کر کے رکھ دی۔ پھر اٹھ کر باہر آ گئی۔

مسز شیرازی کے بیڈ روم کے سامنے رک کر اس نے بند دروازے پر آہستگی سے دستک دی تھی۔

''کم ان۔''

اجازت ملتے ہی وہ دروازہ کھول کر اندر آ گئی تھی۔ مسز شیرازی بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے، کوئی کتاب ہاتھ میں لیے بیٹھی تھیں۔ اسے دیکھ کر کچھ حیران ہوئیں۔ کہ ابھی کچھ دیر پہلے وہ فارس کے ہمراہ انہیں شب بخیر کہہ کر گئی تھی۔

''میں آپ کے پاس آ جاؤں؟'' معصومیت سے پوچھا۔

''بھلا یہ کیسا سوال ہوا؟'' کتاب رکھ کر، گلاسز ہٹاتے ہوئے انہوں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور وہ بہت سے آنسو اپنے اندر اتارتی ان کے پہلو میں لیٹتے ہوئے ان کی بانہوں میں سما گئی تھی۔

''کیا ہوا میری بیٹی کو؟''

ان کے سینے پر سر رکھے وہ نم آنکھوں کے ساتھ مسکرائی۔ ان کی آغوش میں ایک دم سے بہت سکون سا ملا تھا اسے۔

''کچھ بھی نہیں ہوا مجھے۔'' کہہ کر کچھ دیر چپ چاپ لیٹی رہی۔

وہ ان کے سامنے ان کے شوہر اور بیٹے کا ذکر کرنا چاہتی تھی۔ وہ انہیں اسٹور روم سے ملنے والے ایک اخبار کے فرنٹ پیج پر نظر آنے والی ایک خبر کا حوالہ دینا چاہتی تھی۔ غم ان کا تھا۔ درد اسے ہو رہا تھا۔ اسے اس عرصے میں پہلی بار ادراک ہوا، وہ اندر سے کس قدر ٹوٹی ہوئی تھیں۔ پہاڑ جتنی آزمائشیں جھیل کر ان کے لبوں پر آج بھی کلمہ شکر جاری رہتا تھا۔

اسے ان کے پوتے کا خیال آیا۔ وہ معصوم اور یتیم بچہ جسے وجدان ہاؤس میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور جسے فارس وجدان قبولنے کو تیار نہیں تھا۔ اسے فارس کے ساتھ ان کی گفتگو، ان کی باتیں، التجائیہ لہجہ اور آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھیں یاد آئیں۔

''آپ نے فارس سے دوبارہ بات کی؟'' اس نے آہستگی سے پوچھا۔

''کون سی بات؟'' مسز شیرازی کے داہنے ہاتھ کی انگلیاں اس کے بالوں میں متحرک تھیں۔

''اپنے پوتے کے بارے میں۔'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ مسز شیرازی کا ہاتھ رک گیا۔

''پہلے میں نے سوچا تھا۔ جب میں عسریسرا کا راز پالوں گی تو آپ مجھے ایڈریس دے دیں گی اور میں آپ کے پوتے سے ملنے جاؤں گی اور اسے یہاں لے آؤں گی۔'' ایک لمحے کو رک کر اس نے اپنی کمزور پڑتی آواز کو مضبوط کیا۔ ''اور اب مجھے لگ رہا ہے کہ مجھے اس سے جلد ملنا چاہیے۔''

مسز شیرازی کے تاثرات بدل گئے۔ سیاہی مائل آنکھوں میں ایک غیر مفہوم سا تاثر ٹھہر گیا۔ جنت اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ چہرے پر پریشانی لیے اسے دیکھ رہی تھیں اور وہ انہیں۔

''میں فارس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میں اسے سمجھانا چاہتی ہوں کہ وہ ظلم کر رہا ہے۔''

''جنت!'' انہوں نے کچھ صدمے سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے مزید کچھ کہنے سے روکا تھا۔ ایک اضطراری سی کیفیت ان کے وجود پر طاری ہو چکی تھی۔

''نہیں۔'' نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کے ہاتھ پر گرفت بڑھائی۔ ''ہرگز نہیں۔'' ایک بار پھر زور دے کر کہا تھا۔ ''تم فارس سے اس بارے میں۔ کبھی بھی۔ کوئی بات نہیں کرو گی۔'' لہجہ تادیبی۔ انداز تاکیدی تھا۔

''آنٹی۔''

''یہ میرا اور فارس کا معاملہ ہے بیٹا! تم خود کو الجھا مت کرو۔'' انہوں نے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

www.pklibrary.com

"تو کیا میں اس فیملی کا حصہ نہیں ہوں؟" اس کی آواز بھرا گئی۔

"ایسی بات نہیں ہے بچے۔" پیار سے کہا۔

"تو پھر کیوں۔ آپ پھر کیوں مجھے اپنے پوتے سے ملنے نہیں دے رہیں۔"

"میری طرف دیکھو۔" گیلی آنکھوں سے اب وہ ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ تاثرات یوں ہو رہے تھے جیسے ابھی کسی وقت رو دے گی۔ ماں اور بیٹے کی یہ کیسی محبت تھی کہ ماں صبر پر صبر کیے جا رہی تھی۔ اور بیٹا جبر پر جبر۔ اتنے غم انہوں نے سہے تھے اور اب پوتے کی جدائی بھی جھیل رہی تھیں۔

"تم فارس کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا نہیں سوچو گی۔" انہوں نے جیسے اس کے تاثرات اور آنکھوں سے اس کی سوچ ایک بار پھر پڑھ لی تھی۔

"وہ میرا بہت پیارا بیٹا ہے۔ اس نے مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔" وہ کہہ رہی تھیں۔

"ریان میرا پوتا ہے۔ میں جانتی ہوں، مجھے اس معاملے کو کیسے ہینڈل کرنا ہے۔" انہوں نے غم اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات کو چھپاتے ہوئے متوازن لہجے میں سنجیدگی سے کہا تھا۔

"مگر تم۔ تم اس معاملے میں کبھی نہیں پڑو گی۔ کبھی بھی نہیں۔"

وہ کچھ فکرمندی سے انہیں دیکھ کر رہ گئی تھی۔ اس کا تو خیال تھا وہ اس کی مدد کریں گی مگر انہوں نے تو صاف انکار کر دیا تھا۔

"میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا آنٹی۔" اس نے یاد دلایا۔

"تم نے یہ بات کہہ دی۔ میں سمجھوں گی تمہارا وعدہ پورا ہو چکا۔"

جنت انہیں بے بسی سے دیکھ کر رہ گئی۔

"وعدہ کرو۔ تم کبھی بھی فارس سے کوئی بات نہیں کرو گی۔ ریان کا نام بھی نہیں لو گی۔"

اس کا سر جھک گیا۔

"کب تک۔ آخر کب تک۔ آپ یہ نہیں کہیں گی؟"

اس نے نظر اٹھائی تو آنسو گال پر پھسل گئے۔ "میں ماں بننے والی ہوں۔ میں نے ابھی اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں میں نہیں لیا ہے۔ لیکن ابھی سے۔ آنٹی ابھی سے سوچ آ جائے تو میرا دل پھٹنے لگتا ہے اور آپ۔"

"جنت!" انہوں نے تڑپ کر اسے دیکھا تھا۔ اور اگلے ہی پل اسے سینے سے لگا لیا تھا۔ "کیا ہو گیا ہے بچے؟ یہ کیا سوچ رہی ہو تم؟ میں پریشان نہیں ہوں۔ تو تم کیوں ہو رہی ہو؟" وہ رونی جا رہی تھی اور جس کا درد تھا وہ اس کی پشت سہلا رہی تھیں۔

"مجھے اللہ پر پورا یقین ہے۔ وہ میرے لیے آسانی کرے گا۔ تم پریشان مت ہو۔" وہ کہہ رہی تھیں۔ پھر اسے خود سے الگ کر کے اس کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھا۔ "میں فارس سے خود بات کروں گی جنت۔ ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اس سے زیادہ جیسے خود کو تسلی دے رہی تھیں۔

"تم بس دعا کرو میرے پوتے کے لیے۔ صرف دعا۔" پھر مسکرائیں۔

"اب جاؤ! آرام کرو۔ اور کچھ نہیں سوچنا!" پیار سے گال پر ہاتھ رکھا۔ وہ آنسو صاف کرتی اٹھ کر چلی گئی۔ دروازہ بند ہوا تو مسز شیرازی نے ایک گہری سانس لے کر اپنی پشت بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹکائی تھی۔ ان کی آنکھوں میں اضطراب نمایاں تھا۔ ہاتھوں میں کپکپاہٹ نظر آ رہی تھی۔ اور دل تو جیسے غم سے پھٹنے کو تھا۔

انہوں نے گہری سانس لے کر آنکھیں موند لی تھیں۔ لبوں پر ورد جاری تھا۔ ذکر جاری تھا۔ دعا جاری تھی۔

اپنے ہر دکھ، ہر درد۔ اور ہر اذیت پر انہیں ہر صورت صبر کرنا تھا۔

☆☆☆

لاؤنج میں وہ صوفے پر لیٹی تھی۔ فارس سامنے ہی بیٹھ کر کسی غیر ملکی چینل پر کچھ خبریں اور کاروباری پروگرام دیکھ رہا تھا۔

کال ریسیو کرتے ہوئے وہ اٹھ کر مسز شیرازی کے پاس چلا گیا تو صوفے پر لیٹے لیٹے وہ پاپ کارن

www.pklibrary.com

کھاتے ہوئے موبائل پر لگی رہی۔ غیر ملکی چینل اسکرین پر ایڈ چل رہے تھے۔ آواز قدرے مدھم تھی۔ ایک پروگرام ختم ہوا تو دوسرا شروع ہوا۔ منظر ایک اسٹیج کا تھا۔ مختلف اینگل سے کیمرہ گھماتے ہوئے آڈیئنس دکھائی گئی۔ بیک گراؤنڈ میں پروگرام کا نام لکھا نظر آرہا تھا۔ ہوسٹ پروگرام کا آغاز کر چکی تھی۔ ایک شان دار سی ڈاکیومنٹری ویڈیو چلا دی گئی۔

ریمپ پر مختلف ملبوسات میں واک کرتی ایک حسین خاتون، مختلف زاویے اور اینگل سے، مختلف ایونٹ میں لی جانی والی تصاویر جن میں سرخ کارپٹ کی تصاویر سب سے نمایاں تھیں۔ کہیں انٹرویو دیتی ہوئی۔ کہیں مسکراتے ہوئے کیمرے کی طرف ہاتھ ہلا کر دیکھتی ہوئی۔ کچھ ایکٹنگ کے سین تھے۔ کہیں وہ وائس اوور کرتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ کہیں وہ اپنی پراڈکٹ لانچ کے دوران مرکز نگاہ بنی ہوئی تھیں۔ کہیں چیریٹی ورک کرتے۔ کہیں مہاجر کیمپ کا دورہ کرتے۔ شامی پناہ گزینوں میں راشن بانٹتے۔ کہیں کسی آرگنائزیشن سے منسلک ہو کر کسی کے لیے آواز اٹھاتے ہوئے۔

تعارف کے ساتھ بھرپور تالیوں کے بیچ وہ اسٹیج کی طرف جاتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔

موبائل پر جھک کر ٹائپنگ کرتی جنت نے گہری سانس لے کر سر اٹھایا۔ وہ ریموٹ سے آواز کم کرنا چاہ رہی تھی مگر اگلے ہی پل۔ ایک امریکن ہوسٹ کے سامنے براجمان اس پرکشش سی خاتون پر نظر پڑتے ہی رک گئی۔ آنکھوں میں ایک دم سے حیرانی اتری۔

اسمارٹ سا سراپا، کریم رنگ کا میکسی نما سادہ سا لباس، سنہری بال ہلکا سا کرل لیے شانوں پر بکھرے تھے، نفیس سا ڈائمنڈ جیولری سیٹ، انگلیوں میں بھی ڈائمنڈ رنگ تھی۔ نازک پنسل ہیل جس میں پاؤں نمایاں ہو رہے تھے۔ سفید دودھیا رنگت نیچرل لک دیتے میک اپ سے کچھ اور کھل رہی تھی۔ عمر یہی کوئی چالیس برس ہوگی۔ اس نے خود سے اندازہ لگایا۔ یا شاید وہ اپنی اصل سے بہت کم نظر آتی تھیں۔

وہ اگلے کئی لمحوں تک شناسا نظر آتے اس چہرے پر سے نظر نہ ہٹا سکی۔ کیا مشابہت تھی اس چہرے میں۔ اجنبی ہو کر ایک دم سے شناسا سا نظر آنے لگا تھا۔

خوش گوار حیرت کے ساتھ والیوم بڑھا دیا۔

ہوسٹ مختلف سوال کرتی جا رہی تھی اور وہ بہت ہی دھیمے لہجے میں بہت نزاکت سے جواب دے رہی تھیں۔

وہ ایک امریکی نژاد پاکستانی ماڈل اور کامیاب بزنس وومن تھیں۔ جو بیس نوجوان آنٹراپرونورز (entrepreneur) کو اسٹارٹ اپ فنڈ دینے والی تھیں۔ یہ پروگرام اسی حوالے سے تھا۔ ساتھ ہی ان کی کامیابی کا راز۔ اور اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں بھی سوال کیے جا رہے تھے۔ وہ سر اٹھائے، گردن سیدھی کیے ہر سوال کا جواب بہت سنجیدگی، متانت اور خوش اخلاقی سے دے رہی تھیں۔ آنکھوں میں ایک فاتحانہ چمک۔ اور مسکراہٹ تو ویسے ہی زندہ دلی کا ثبوت دے رہی تھی۔ جنت ان کی شخصیت سے ایک دم سے مرعوب ہوئی۔ وہ اسے بقیہ سلیبریٹیز کی طرح نہیں لگ رہی تھیں۔ اسے ان کی باتیں، بولنے کا طریقہ اچھا لگا۔ مسکراہٹ پر تو ویسے ہی دل آیا ہوا تھا۔

ایڈ کا سلسلہ شروع ہوا تو اس نے والیوم کم کر دیا۔

راہداری سے نکل کر فارس موبائل پر کچھ ٹائپ کرتا اوپن کچن میں چلا گیا۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟"

"تمہارا ایمیل ورژن۔" ہنس کر بولی۔ "عمر میں تم سے بڑی ہیں۔ لیکن کمال کی ہیں۔ کہیں تمہاری کوئی بچھڑی ہوئی آپا تو نہیں ہیں؟"

"یہ کوئی اور مذاق ہوگا تمہارا۔" وہ ناسمجھی کے عالم میں مسکرا دیا۔

"اور مسکراتی بھی بالکل تمہاری طرح ہیں۔" جھٹ سے کہا۔

"کس کو دیکھ لیا ہے تم نے۔"

"ایک بزنس وومن ہیں۔" صوفے کی بیک سائڈ پر بازو ٹکاتے ہوئے مڑ کر جواب دیا۔ کچن

www.pklibrary.com

کاؤنٹر کے اس پار وہ اس کی جانب پشت کیے اورنج جوس کے لیے مالٹے کاٹ رہا تھا۔

"کوئی سات برانڈز تو اب تک لانچ کر چکی ہیں۔ مجھے تو بہت خوشی ہو رہی ہے کہ وہ پاکستانی ہیں۔"

فارس کی حرکت لمحے بھر کے لیے تھمی۔ صرف ایک لمحے کے لیے۔

"اچھا!" سر جھٹک کر اپنا کام کرنے لگا

"اب شاید ان کا پاکستان کے لیے بھی کوئی بزنس پلان ہے۔ کچھ نوجوانوں کو اسٹارٹ اپ فنڈنگ دیں گی۔ کچھ ایسا ہی کہہ رہی تھیں۔" آدھا انٹرویو سن کے جو باتیں سمجھ میں آئی تھیں۔ اپنی دھن میں بتا رہی تھی۔

فارس چپ رہا تو اسے لگا شاید اسے اس کی بات سمجھ میں نہیں آئی ہے۔

"مطلب جو پاکستان کے نئے آنٹرپرونورز ہیں۔ جو اپنا وینچر سیٹ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے ساتھ پارٹنر شپ کر کے انہیں اسٹارٹ اپ فنڈز دیں گی۔ لیکن اس سے پہلے ان کی ٹیم پارٹیسپیٹ کرنے والوں کا بزنس پلان دیکھے گی۔ ان کی قابلیت جانچے گی پھر سلیکٹ کرے گی..... اور مزے کی بات یہ ہے کہ بہت سی غیر ملکی کمپنیز بھی ان کے ساتھ حصہ لے رہی ہیں۔"

"ہونہہ!" اس کا دھیان کہیں اور تھا۔

"جیوری کی ٹیم میں کیا تم بھی شامل ہو گے؟" فارس اپنی جگہ رک گیا۔ مڑ کر اسے دیکھا۔ "میرا کیا دخل؟"

"آئی مین باہر سے ٹیم آئے گی۔ اور تمہارا بھی تو ایک نام ہے بزنس کی دنیا میں۔ پاکستانی ہو کر اس ٹیم میں شامل نہیں ہو گے تو کیا فائدہ؟"

"میرے بزنس مین ہونے کا؟"

"پاکستانی ہونے کا۔" لفظوں پر زور دے کر بولی۔ "تمہیں لازمی انویسٹ کرنا چاہیے۔" اسے مشورہ دے کر پاپ کارن منہ میں ڈالے۔

فارس کو ایک غیر ملکی ٹی وی چینل کو اس کے سامنے کھلا چھوڑ دینے پر پچھتاوا ہوا۔ گہری سانس لے کر پھر سے مالٹے کاٹنے لگا۔

ایڈ ختم ہوا تو انٹرویو کا سلسلہ نئے سرے سے جوڑا گیا۔ پہلا حصہ کاروباری سوالات پر مشتمل تھا تو اب ان کی ذاتی زندگی سے متعلق سوال ہونے تھے۔

"تو کیا یہ اڑتی ہوئی افواہیں سچ ہیں کہ آپ دادی بننے والی ہیں۔"

ہوسٹ کے بالکل سامنے صوفے پر بیٹھی وہ کامیاب خاتون ایک دم سے ہنس پڑیں۔ "اس طرح کی خبریں آپ لوگوں تک کیسے پہنچ جاتی ہیں۔"

وہ آواز۔ وہ شیریں اور دل فریب آواز۔ فارس کے ہاتھ ساکت۔ وجود پتھر کا ہو گیا۔

"بس ہمارے ذرائع آپ سے متعلق ہر چھوٹی بڑی خبر ہم تک پہنچا دیتے ہیں۔"

آڈیئنس میں ایک شور سا مچ گیا تھا۔

"جی بالکل۔ میں جلد ہی دادی بننے والی ہوں۔"

وجود پر ایک لرزہ سا طاری ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے کاؤنٹر تھاما تھا۔ وہ آواز۔ ہنسی کی جھنکار۔

پاپ کارن کھاتے ہوئے جنت نے آواز اونچی کی۔ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"ایک نوجوان سی دادی۔ ذرا دیکھیے تو..... میں آپ سے صرف تین سال بڑی ہوں اور مجھے آپ کے سامنے اپنا آپ بوڑھا لگ رہا ہے۔"

وہ اپنے مخصوص انداز میں بالکل ویسے ہی ہنس پڑیں۔

"ذرا بتائیے، آپ کی اس جوانی اور خوب صورتی کا کیا راز ہے؟"

"اوہ پلیز یہ سوال نہیں۔ تقریباً ہر انٹرویو میں مجھ سے یہی سوال پوچھا جاتا ہے۔"

جنت اٹھ کر بیٹھی اب بغور دیکھ رہی تھی۔

"سو آپ کے بیٹے کے حوالے سے۔" اس سے پہلے کہ بات مکمل ہوتی، فارس نے اس کے ہاتھ سے ریموٹ جھپٹ کر ٹی وی آف کر دیا۔

اس طرح بہت اچانک ٹی بند ہو جانے پر وہ ایک دم سے چونکی۔ "ارے۔ بند کیوں کر دیا۔" ہاتھ بڑھا کر ریموٹ لینا چاہا تو اپنی جگہ رک گئی۔

فارس کی نگاہیں سیاہ تاریک اسکرین پر ٹھہری

www.pklibrary.com

تھیں۔ خالی۔ ویران۔ سفید۔ کوئی عکس نہیں۔ کوئی احساس۔ کوئی رنگ۔ کوئی اثر نہیں۔ چہرہ مکمل تاریک۔ پیشانی کی رگیں ایک دم سے نمایاں ہوئی تھیں۔ جبڑے سختی سے بھنچ گئے تھے۔

"فارس؟" اس کے لب ہلے۔

ایک دم سے اپنے آپ میں واپس آتے ہوئے اس نے جنت کو دیکھا تھا۔ شور تھم گیا۔ آوازیں ختم ہوگئیں۔

"میں مالٹے کاٹ کاٹ کے تھک گیا ہوں۔ اب باقی کا کام تم سنبھالو۔ اٹھو۔" وہ جو ایک دم سے اس کے تاثرات سے پریشان ہوئی تھی۔ تپ گئی۔

"خود کرو جو کرنا ہے۔" ریموٹ واپس لینا چاہا تو اس نے سیل نکال کر جیب میں ڈال لیے۔ بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کچن کاؤنٹر کی طرف لے آیا۔

"یہ اتنے سے مالٹے کاٹ کاٹ کے تھک گئے ہو تم؟"

وہ اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ گلاس میں پانی ڈال کر غٹا غٹ چڑھا گیا۔ جنت نے بگڑے تیوروں کے ساتھ چھری اٹھالی۔ اور اس کے پیچھے وہ کاؤنٹر پر ہتھیلیاں جمائے آگے کو جھک کر گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اعصاب مشتعل ہو رہے تھے۔ اندر باہر ایک آگ سی جل اٹھی تھی۔

سامنے لاؤنج میں اسکرین تاریک تھی مگر منظر آنکھوں میں چل رہا تھا۔ آواز بند ہو چکی تھی مگر ہنسی جیسے پورے گھر میں گونج رہی تھی۔ وہ بے طرح مضطرب ہو رہا تھا۔

جنت مالٹوں کا جوس تیار کر کے انہیں گلاس میں ڈال کر فارغ ہوئی تو فارس اسے کہیں نظر نہ آیا۔ ٹرے اٹھائے مسز شیرازی کے کمرے میں چلی گئی۔ وہ بھی وہیں بیٹھا تھا۔

سب کو ایک ایک گلاس پیش کر کے، اپنا گلاس ہاتھوں میں لے کر ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اب وہ ان سے باتیں کر رہی تھی۔ شاید کسی پروگرام کا بتا رہی تھی۔ یا شاید مہمانوں کے لیے کل کا مینو ترتیب دے رہی تھی۔ وہ خالی الذہنی کے عالم میں اپنے آس پاس گہرے سناٹے لیے بیٹھا رہا۔

پھر مسز شیرازی سے اجازت چاہتے ہوئے اٹھ کر چلا گیا۔

جنت کمرے میں آئی تو وہ لیٹا ہوا تھا۔

"سنو۔" ذرا سا جھک کر مخاطب کیا۔

"ہوں۔" وہ تکیے میں سر دیے آڑا ترچھا پڑا تھا۔ منہ آنکھیں سب بازو میں چھپا تھا۔

"تم سو رہے ہو؟"

"ہونہہ۔"

"ابھی تو نو بھی نہیں بجے۔" مایوس ہوئی۔ عموماً وہ آدھا گھنٹہ شام میں اس کے ساتھ لان میں روز واک کرتی تھی۔ آج پتا نہیں اسے کیا ہوا تھا۔ اتنی جلدی سو رہا تھا۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟"

خاموشی۔

لائٹس آف کر کے وہ دوسری طرف آ بیٹھی۔ ہاتھوں پر لوشن لگاتے ہوئے چند لمحوں تک نا سمجھی کے عالم میں اسے دیکھتی رہی پھر وہ خود بھی سونے کے لیے لیٹ گئی تھی۔

☆☆☆

روزمرہ کی روٹین کے مطابق ورک آؤٹ کروانے کے بعد وہ آفس کے لیے روانہ ہو چکا تو وہ گھر میں گھومتی پھرتی انتظامات کا جائزہ لینے لگی۔ آفس روم کی صفائی تقریباً روز ہوتی تھی۔ آج بھی ہو رہی تھی تو وہ دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔

ایک طائرانہ نگاہ اطراف میں دوڑانے کے بعد آفس چیئر پر بیٹھ کر دائیں بائیں گھومتے ہوئے دیوار گیر کھڑکیوں سے باہر دیکھنے لگی۔ لان میں دھوپ اتری ہوئی تھی۔ آسمان اجلا لگ رہا تھا۔ وہ مالی عبدالغفور کو پودوں پر جھکا ہوا دیکھ سکتی تھی۔ اقصیٰ کبھی دائیں اور کبھی گھوم کر بائیں طرف آ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے اپنے باپ سے جانے کیا کہہ رہی تھی۔ کئی بار اس نے روتی شکل بنائی تھی۔ اور جب وہ سر جھکائے کھڑی ہوئی تو واضح لگ رہا تھا، اب اسے اپنے باپ سے ڈانٹ پڑ رہی ہے۔

www.pklibrary.com

اس نے ملازمہ کو لان سے تازہ پھول توڑ کر لانے کا حکم دیا۔ اور پھر میز پر کہنیاں ٹکائے میز پر دھری اشیاء کو دیکھنے لگی۔ درازوں میں فائلز۔ کچھ پیپرز وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔

دوسری میڈ شیشے کی میز صاف کر رہی تھی۔ چھوٹے کارپٹ پر ویکیوم پھیرا گیا۔ کاؤچ کے کشن ترتیب سے رکھے گئے۔ کام تمام کر کے آفس ٹیبل کے پاس رکھی ڈسٹ بن خالی کرنا چاہی۔ تب ہی شاپر ہاتھ سے چھوٹا تھا۔ لکڑی کی ٹائلز پر خاکی لفافہ، پھٹے ہوئے کاغذات، تروڑ مروڑ کا شکار کچھ صفحے بکھر گئے تھے۔ معذرت چاہتے ہوئے میڈ دوبارہ سے سب سمیٹنے لگی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔" اس نے سر ہلایا۔ یکا یک اس کی نظر خاکی لفافے پر پڑی۔ سیاہ مارکر سے بڑا بڑا کر کے "روبی اکرام" لکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ کسی خاتون کا خط تھا۔

"یہ دکھانا مجھے۔" اس نے کہا تو میڈ نے فوراً سے لفافہ اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے لفافہ موڑ کر دیکھا۔ جس پتے سے بھیجا گیا تھا وہ پتا اور ساتھ ہی فون نمبر بھی درج تھا۔

"حیرت ہے، فارس نے پڑھے بغیر ہی پھینک دیا۔" ایک تجسس سا لیے اس نے لفافہ چاک کر کے فولڈ کیا ہوا صفحہ نکالا۔

روبی اکرام کا وہ خط فارس شیرازی کے نام تھا۔ جنت ناسمجھی کے عالم میں چند لمحوں تک کھڑی رہی پھر ملازمہ کے ذمے چند ایک کام لگاتے ہوئے وہ وہیں کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے لفافہ چاک کر دیا۔ بھورے رنگ کا بے طرح فولڈ کیا ہوا کاغذ نکال کر کھولا۔ وہ ایک طویل سا خط بہت سے حوالہ جات پر مشتمل تھا۔ پہلے پہل وہ سمجھ نہ پائی وہ کیا پڑھ رہی ہے مگر جب سلام دعا اور خیر خیریت کے بعد ایک معقول اسلوب سے کسی ریان شیرازی کا حوالہ شروع ہوا تو وہ ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

ریان شیرازی ساڑھے پندرہ ماہ کا بچہ جو اوصاف منزل میں اپنے ماموں کے یہاں رہ رہا تھا۔ روبی اکرام اس گھر کی ملازمہ تھی۔ بچہ اس کے ساتھ رہتا تھا۔ اور وہ اپنی سادہ سی تحریر کے ذریعے بتاتی جا رہی تھی کہ اوصاف منزل میں وہ بچہ کس حال میں تھا اور کس طرح سے رہ رہا تھا۔ جنت جیسے جیسے پڑھتی جا رہی تھی، اس کی سانسیں رکتی جا رہی تھیں۔

"مجھے رشیداں سے پتا چلا، آپ ڈھیر سارا پیسہ دیتے ہیں۔ لیکن طارق صاحب اس میں سے ایک روپیہ بھی ریان پر خرچ نہیں کرتے۔ میں تو دودھ میں بھی پانی ملا کر دیتی ہوں۔ جو روٹی بچ جاتی ہے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے کھلاتی ہوں۔

بیگم صاحبہ ہر چیز پر نظر رکھتی ہیں۔ رمشہ باجی اپنے بیٹے کے کپڑے دے دیتی ہیں تو وہی اسے پہناتی ہوں۔ وہ بہت کمزور ہے۔ اور بیمار بھی ہے۔ میں نے طارق صاحب کو بتایا تو انہوں نے تھوڑے سے پیسے دے کر کہا کہ دوائیاں منگوا لو۔ اب میں اتنے سے بچے کو ڈاکٹر کو دکھائے بغیر کیسے دوائیاں منگوا سکتی تھی؟"

جنت کا داہنا ہاتھ بے ساختہ لبوں پر آ ٹھہرا۔ مسز شیرازی کا پوتا۔ فارس کا بھتیجا۔ اس حال میں؟ مسز شیرازی تو قطعی لاعلم تھیں اس سب سے۔ تو کیا۔ کیا فارس بھی؟ یا پھر وہ سب جانتے بوجھتے ہوئے بھی ریان کو وہاں چھوڑے ہوئے ہے؟

اس کا سر بے اختیار نفی میں ہلا۔ فارس اتنا بے حس نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک یتیم بچے کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا۔ مگر خط کی تحریر۔ اس کے ذہن میں دھماکے سے ہو رہے تھے۔

"آپ پیسے بھیجتے ہو لیکن کبھی ریان کو دیکھنے نہیں آئے۔ ریان کی ماں بھی نہیں آتی۔ ثمرین کی شادی پر بھی نہیں آئی تھی ورنہ میں اس سے بات کرتی۔

ریان بیمار رہتا ہے۔ اس کا ہاتھ دروازے میں آ گیا تھا۔ اور تب سے ٹھیک نہیں ہوا۔ اور وہ اپنی مٹھی بند رکھتا ہے۔ میں ذرا سا ہاتھ لگاؤں تو چیختا ہے۔ اسے درد ہوتا ہوگا نا۔"

جنت کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔

www.pklibrary.com

آنکھیں تر ہونے لگیں۔

"یہ میرا چوتھا خط ہے۔ میں چار مہینوں سے انتظار کر رہی ہوں۔ ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔ صاحب میں آپ سے گزارش کرتی ہوں آپ ریان کو یہاں سے لے جاؤ۔

یہ میرا فون نمبر ہے۔ مجھ سے اس پر رابطہ کر سکتے ہیں۔"

اور نیچے فون نمبر درج تھا۔

بات ختم ہو گئی۔ خط ختم ہو گیا۔ درد ختم نہ ہوا۔ وحشت ختم نہ ہوئی۔ اس نے بے اختیار میز کا سہارا لیا تھا۔ اور پھر گرنے کے سے انداز میں کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ آنکھوں میں بے یقینی سی اتری ہوئی تھی۔ اپنے حواس مختل ہوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ جانتی تھی فارس کا بھتیجا اپنے ننھیال میں رہ رہا ہے۔ ایسے رہ رہا ہے۔ اور اس طرح سے رہ رہا ہے اس کا تو اس نے گمان بھی نہیں کیا تھا۔

مسز شیرازی اور فارس وجدان کے مابین اس نے ریان کا ذکر صرف ایک بار سنا تھا۔ صرف ایک بار۔ جب وہ اسے گھر لانے کی بات کر رہی تھیں۔ تب دروازے کی درز سے اندر دیکھتے اور چھپ کر ان کی بات سنتے اس نے فارس وجدان کو ایک دم سے اشتعال میں آتے دیکھا تھا۔

اس نے چند ایک بار مسز شیرازی سے ان کے پوتے کے بارے میں بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ ہمیشہ اس بات کو ٹال دیتی تھیں۔ انہوں نے حال ہی میں اسے فارس سے کوئی بھی بات کرنے سے منع کر دیا تھا۔ وہ اسے اس معاملے سے قطعی دور رکھنا چاہتی تھیں۔

انہوں نے کبھی بھی کسی اختلاف کی نشان دہی نہیں کی تھی اور نہ ہی کبھی کسی مسئلے کا ذکر کیا تھا۔ وہ ہمیشہ ایسے ہی ظاہر کرتی تھیں جیسے یہ کوئی سنجیدہ معاملہ نہیں تھا۔ مگر وہ جانتی تھی وہ اپنے یتیم پوتے کی وجہ سے کس قدر اذیت میں رہتی تھیں۔ کتنا غم سہتی تھی اور کتنے درد میں روتی تھیں۔ تب ہی اس نے ہمت بندھائی تھی اور وعدہ کیا تھا۔

وہ وعدہ جو وہ ابھی تک ایفا نہیں کر سکی تھی۔ بات عسریسرا کی تھی تو اس نے خود ہی شرط رکھ دی تھی۔ مگر اب اسے ادراک ہوا تھا مسز شیرازی اسے ریان سے ملوانا ہی نہیں چاہتی تھیں۔ ورنہ ایک ایڈریس دینا کون سا مشکل کام تھا؟ آخر انہیں کیا خوف اور پریشانی لاحق تھی کہ انہیں خود پر یہ جبر کرنا پڑ رہا تھا؟

کیا فارس اور حماد کے درمیان کوئی اختلاف تھا؟ کیا وہ اسی اختلاف کی بنا پر اپنے بھتیجے کو قبولنے کو تیار نہیں ہے؟ خط پر اپنی لرزتی انگلیوں کی گرفت بڑھاتے ہوئے اس نے شدت سے دھڑکتے دل کے ساتھ کچھ پریشانی سے سوچا تھا۔

کیا وہ اختلاف، وہ جھگڑا، وہ نفرت اتنی شدید تھی کہ بھائی کے موت کے بعد بھی۔

اسے ایک دم سے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔ اس کی نگاہیں فارس وجدان کے وسیع آفس روم میں یہاں وہاں بھٹک رہی تھیں۔ ان میں ہراس سا پھیلا تھا۔ ان میں وحشت سی اتری ہوئی تھی۔

"کوئی اتنا سنگدل کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ سوچنے لگی تھی۔ وہ پھر سے سوچنے لگی تھی۔ اور ایک دم سے سوچ جامد ہوئی تھی۔ وجود میں سناٹا پھیلا تھا۔ آفس روم تنگ و تاریک ہو گیا۔ آس پاس خاموشی چھا گئی تھی۔

شدید محبت اور اس قدر مضبوط رشتے کے باوجود آخر کیا وجہ تھی کہ مسز شیرازی ابھی تک فارس وجدان کو ریان کے لیے قائل نہیں کر سکی تھیں؟

ملازمہ سامنے ہی ریک پر ترتیب سے رکھی فائلز کو صاف کر رہی تھی۔ پھر اس نے گلدان سے مرجھائے ہوئے پھول نکال کر تازہ پھول ڈالنا شروع کر دیے۔ اس کے آس پاس ایک دم سے خوشبو پھیلی۔

"اسے الزام مت دو جنت! میں بھی نہیں دیتی۔" انہوں نے کہا تھا۔

اس تمام عرصے میں وہ ان کے لیے فارس کی محبت دیکھ چکی تھی۔ وہ ان کی تکلیف پر کس قدر بے چین ہو جاتا تھا۔ ان کا کوئی بھی حکم کسی صورت نہیں ٹالتا تھا۔ اسے ان کی فکر رہتی تھی۔ اس کے باوجود یہ رویہ۔

www.pklibrary.com

وہ بے انتہا الجھنوں کے ساتھ اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی تھی۔

روبی کا خط ہاتھوں میں تھا۔ روبی کا نمبر بھی۔ اس کی خواہش اس طرح پوری ہوگی۔ ریان تک پہنچنے کا راستہ ایسے نکلے گا اس کے بارے میں تو اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔

اس نے مطلوبہ نمبر ڈائل کر کے سیل فون کان سے لگالیا۔ کچھ دیر تک اپنی دھڑکنوں کے ساتھ ساتھ گھنٹی کی آواز سنتی رہی۔ کچھ تاخیر سے ہی سہی لیکن کال اٹھالی گئی۔

''ہیلو۔'' وہ سمجھ رہی تھی کوئی خاتون ہوں گی مگر آواز کسی لڑکی کی تھی۔

''روبی اکرام بات کر رہی ہیں؟''

''جی کون؟'' دوسری طرف سے وہ الرٹ ہوئی تھی۔

''میں.....'' اس نے رک کر اپنے اس رشتے کو سوچا تھا جو ریان سے تھا۔ ''میں ریان کی چچی بات کر رہی ہوں۔''

دوسری طرف روبی اکرام ایک جھٹکے سے اپنی چارپائی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''آپ..... آپ واقعی ریان کی چچی ہیں؟'' اس کی آواز ایک دم سے بھرا گئی تھی۔ ''میں نے اتنے خط لکھے۔ اتنی دعائیں مانگیں۔''

خوشی کی انتہا نہ تھی۔ مڑ کر سوئے ہوئے بچے کو دیکھا پھر منہ پر ہاتھ رکھے کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ اسے تو جیسے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ ریان کے ددھیال سے رابطہ ہوگیا تھا۔

''جی۔ مجھے آپ کا خط ملا تھا روبی!'' اس نے خشک لبوں کو تر کرتے ہوئے کہا تھا۔ ''ریان کیسا ہے؟''

''ٹھیک ہے جی۔'' مڑ کر نہال ہوتی نگاہوں سے معصوم چہرے کو دیکھا۔ آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ ''سو رہا ہے۔''

''ہاتھ کیسا ہے اب اس کا؟''

''ویسا ہی ہے۔ میں نے رشیداں سے بولا تھا۔ کہہ رہی تھی، ڈاکٹر کو دکھانے لے جائے گی۔ ڈاکٹر فیس بھی تو بھاری لے گا۔ رشیداں اس لیے نہیں لے جاتی۔ اس کا گھر والا ہے بھی بڑے غصے والا۔''

پلکیں جھپکا کر نمی اپنے اتارتے ہوئے جنت نے سر اٹھایا۔

''آپ..... آپ مجھے بتاؤ۔ آپ کب آؤ گی لینے؟''

وہ منتظر سی پوچھ رہی تھی کہ اور کتنے دن ریان شیرازی اس حال میں اوصاف منزل میں رہے گا۔ اس کا بس چلتا تو وہ خود بچے کو چھوڑنے آجاتی۔

''میں جلد آؤں گی روبی!! تم بس ریان کا اچھے سے خیال رکھو۔''

''جلد..... یعنی کب..... کل.....؟''

نچلا لب دانتوں تلے دیئے۔ جھلملاتی آنکھوں سے وہ سر جھکائے رہی۔

''کیا ریان کی مما سے رابطہ نہیں ہوا؟'' اس نے پوچھا۔

روبی کے کندھے جھک گئے۔ چہرے پر مایوسی در آئی۔ ''میں نے آپ کو سب بتایا ہے۔ آپ پھر بھی ریان کو لینے نہیں آؤ گی؟'' وہ اس کے سوال کا جواب دیے بغیر اپنی کہہ رہی تھی۔

''ایسا نہیں ہے روبی۔ ورنہ میں تم سے رابطہ کیوں کرتی؟'' اس نے سنبھل کر کہا۔ روبی کو کچھ حوصلہ ہوا۔ ''تم مجھے اوصاف منزل کا ایڈریس میسج کر دو۔ میں ان شاء اللہ جلد ریان سے ملنے آؤں گی۔''

''ملنے نہیں۔'' روبی کی آواز میں عجیب سا احساس تھا۔ ''لینے آنا آپ اسے۔''

''لینے ہی آؤں گی۔'' حتمی لہجے میں کہہ کر اس نے کال کاٹ دی تھی۔

☆☆☆

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب خوف کے عالم میں اس کی اچانک آنکھ کھل گئی تھی۔

پیشانی پسینے سے تر بتر۔ اور سانسیں بھی چڑھی ہوئی تھیں۔ کہنی کے بل ذرا سا اوپر ہوئی کہ پانی کی بوتل اٹھا سکے مگر سائڈ ٹیبل پر کچھ نہیں رکھا تھا۔ روہانسا ہو کر سر تکیے پر گرالیا۔

www.pklibrary.com

"فارس۔" اس نے بند آنکھوں کے ساتھ اسے ہلایا۔ حلق میں کانٹے سے چبھ رہے تھے۔

فارس نے اس کی آواز پر بیدار ہوتے ہی کروٹ بدلی تھی۔

"پانی..... پانی چاہیے۔"

وہ اسی وقت اٹھ کر روم فریج سے بوتل نکال لایا تھا۔ بازو کے سہارے اسے اٹھا کر بٹھاتے ہوئے گلاس دیا۔ اس نے پانی یوں پیا جیسے صدیوں کی پیاسی ہو۔

"ٹھیک ہو؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

اس نے سر کو جنبش دی۔ سر تکیے پر واپس رکھا۔ آنکھیں بند کرلیں، بار بار روبی کا خط اور باتیں ذہن میں آرہی تھیں۔ وہ پچھلے تین دنوں سے ریان کے حوالے سے الجھن اور پریشانی میں مبتلا تھی۔ ہر رات اسی ٹینشن میں آنکھ کھل جاتی تھی۔ کبھی خوابوں سے الجھ کر۔ کبھی کسی خوف میں پھنس کر۔ نیند ٹھیک سے نہیں آتی تھی۔ طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی تھی۔

جھنجلاہٹ کے عالم میں اس کی شکل یوں ہوئی جیسے ابھی رو دے گی۔

"اب کیا ہوا؟" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"بھوک لگ رہی ہے۔" لیٹے لیٹے بھیگی آنکھوں اور روتی آواز میں بولی۔

"اس میں رونے کی کیا بات ہے؟" وہ جو اپنی سائڈ پر آکر بیٹھا تھا تعجب کا شکار ہوا۔

"ابھی سونے سے پہلے ہی تو کھانا کھایا تھا۔" وہ روہانسا ہو کر بول رہی تھی۔ اس کا دکھ کسی اور بات کا تھا۔ اظہار کسی اور بات پر کر رہی تھی۔

"تمہارا کوئی علاج نہیں۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے کمرے سے چلا گیا۔ جنت نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔ ذہن الجھا ہوا تھا۔ ریان کے حوالے سے وہ کسی بھی نتیجے پر پہنچ نہیں پا رہی تھی۔ اسے کیا کرنا چاہیے؟ اور کیا نہیں کرنا چاہیے؟ وہ پچھلے کئی دنوں سے تذبذب کا شکار تھی۔ ابھی بھی سوچوں کا طوفان ذہن میں امڈتا چلا آرہا تھا۔ مسز شیرازی سے وہ بات نہیں کرنا چاہتی تھی کہ مبادا انہیں پریشان نہ کردے۔ اور فارس سے بات کرنے کی ہمت وہ خود میں پیدا نہیں کر پا رہی تھی۔

فارس اس کے لیے پھل کاٹ کر لے آیا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"تمہیں بخار ہو رہا ہے۔" پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"نہیں۔ بس ایسے ہی۔" کہہ کر اس کا ہاتھ ہٹا دیا۔ اب وہ فروٹ کھا رہی تھی تو وہ گھوم کر اپنی جگہ پر آگیا تھا۔

ٹیبل کلاک رات کے ڈھائی بجا رہی تھی۔ ایک بار پھر سونے کی کوشش کی لیکن جنت کی فکر آڑے آگئی۔ کروٹ بدل کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ خالی پلیٹ سائڈ ٹیبل پر رکھنے کے بعد اپنی جگہ پر ویسے ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ متفکر نگاہیں نیم تاریکی میں یہاں وہاں بھٹک رہی تھیں۔

"پھر سے کوئی ٹینشن لے رہی ہو؟"

"ن..... نہیں تو....."

"پھر کیا سوچ رہی ہو؟"

اس نے گردن موڑ کر فارس کو دیکھا۔ پھر سیدھا ہوتے ہوئے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی۔ کمفرٹر انگلیوں میں دبائے۔ اضطراب چھپانے کی کوشش میں ہلکان۔ وہ اب اسے دیکھ رہی تھی۔

"اگر مجھے کوئی بات ڈسٹرب کرے تو..... یا اگر کوئی ایسی بات ہو۔ جس کے بارے میں مجھے یہ لگے کہ....." وہ رک گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ وہ بات کیسے شروع کرے۔

"کہ کیا....."

"اگر کوئی ایسی بات ہو۔ جس کے بارے میں مجھے یہ لگے کہ وہ میں تم سے کروں گی تو شاید تمہیں غصہ آجائے۔"

لحاف کی زد میں ہونٹ چھپے ہوئے تھے تو جنت اس کی مسکراہٹ دیکھنے سے قاصر تھی۔ "تو.....؟"

"تو یہ کہ میں تم سے وہ بات کیسے کروں؟" بڑی فکرمندی سے پوچھا۔

"تم میرے غصے کی پرواہ کب سے کرنے لگیں؟" اس نے آہستگی سے پوچھا اور جنت کمال

www.pklibrary.com

اپنی جگہ تھم گئی۔ سوال درست تھا۔ حق سچ بات کہتے ہوئے اس نے کب فارس وجدان کے غصے کی پرواہ کی تھی؟ خوف کی دھند چھٹ گئی۔ سوچ کے در وا ہوئے۔ کوئی احساس خیال بن کر ابھرا۔

فارس منتظر نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا مگر وہ اسے گڈ نائٹ کہہ کر کروٹ بدل گئی۔

فارس چند لمحوں تک اپنی سوچ کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے سوچتا رہا کہ آیا ایسی کون سی بات ہو سکتی تھی جس کے حوالے سے وہ اس کے ممکنہ ردعمل سے اس قدر پریشان نظر آ رہی تھی۔

مگر اس کے ذہن میں کوئی بات نہیں آئی تھی۔ اس کا ذہن خالی رہا تھا۔

وہ آفس روم میں اپنا کام کر رہا تھا جب وہ دستک دے کر اندر داخل ہوئی تھی۔ آفس ٹیبل کے قریب آ کر اس نے لیپ ٹاپ کی اسکرین بند کر دی۔ فارس نے نظر اٹھائی۔ تو اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے گلاسز بھی اتار دیئے۔ اس نے گہری سانس لے کر جنت کو دیکھا۔

"میرے ساتھ باہر چلو۔ لان میں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" بازو پکڑ کر اٹھانا چاہا تو وہ اٹھ گیا۔ وہ اس کے بازو پر دونوں ہاتھوں کی گرفت مضبوط کیے لان میں لے آئی تھی۔ لان لائٹس کی روشنی اور بے انتہا تاریکی میں وہ کچھ دیر اس کے ساتھ کھلی فضا میں ٹہلتی رہی تھی۔

پھر وہ شیڈ تلے آن کھڑی ہوئی۔ چند لمحوں تک خود میں ہمت پیدا کرتی رہی۔ فارس پر سوچ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔

"تو۔ کیا بات کرنی ہے تمہیں مجھ سے؟"

جنت نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ریان! تمہارا بھتیجا۔ میں چاہتی ہوں، تم اسے گھر لے آؤ۔"

فارس وجدان صدمے سے گنگ اپنی جگہ کھڑا رہ گیا۔ اسے بالکل اندازہ نہیں تھا۔ وہ رات کے اس پہر اسے لان میں لا کر اس سے ایسی کوئی بات کرنے والی ہے۔

"فارس۔"

اس نے ہاتھ کھڑا کر کے جنت کو مزید کچھ کہنے سے روکنا چاہا تھا۔ وجود میں لاوا سا بھر گیا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم تمہارے اور حماد بھائی کے درمیان کیا اختلاف رہے ہیں لیکن وہ یتیم بچہ ہے۔ تم اب اس کے چچا ہو۔ اس کے باپ کی جگہ ہو۔"

"جنت پلیز۔" اس نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے اسے تحمل سے روکا تھا کہ وہ بات وہیں ختم کر دے۔ مزید ایک لفظ نہ کہے۔

"میں نے آنٹی کو روتے دیکھا ہے۔ وہ بیمار رہتی ہیں۔ وہ ریان کے لیے ہر وقت پریشان رہتی ہیں۔ وہ تم سے اتنی محبت کرتی ہیں اور تم۔ فارس تم انہیں اس طرح تکلیف کیسے پہنچا سکتے ہو۔" وہ منت بھرے لہجے میں بات کرتے ہوئے بولی تھی اور وہ ایک دم سے پیچھے ہوا۔

رات کی تاریکی اس کے وجود میں اتری۔ اندر باہر آگ پھیل گئی۔

"پیسے بھیج کر تمہیں لگتا ہے، فرض ادا کر دیا۔ صرف اتنا کافی نہیں ہے۔ تم نے اس کی حالت نہیں دیکھی ہے! وہ وہاں کیسے رہ رہا ہے۔ تم یہ بھی نہیں جانتے۔ تم کبھی اس سے ملنے نہیں گئے۔"

وہ درشتی سے اپنا بازو چھڑا کر پیچھے ہٹا تھا۔

"ٹھیک ہے اگر تم نہیں ملنا چاہتے تو کم از کم مجھے یا آنٹی کو تو ملنے دے سکتے ہو۔"

"فارس! تم خود باپ بننے والے ہو۔ یہ ظلم ہے۔"

"جنت..... ایف....." اس نے شدید غصے کے عالم میں دھاڑ کر کہا تھا اور وہ ایک دم سے سکتے میں آ گئی تھی۔ فارس کے اعصاب مشتعل تھے، اس کی آنکھوں میں سرخی اتری تھی۔ اس کے تاثرات سخت پتھریلے ہو رہے تھے۔ وہ متوحش نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ف..... فارس....." اس کے لبوں سے بے آواز نکلا۔

"آئندہ....." اس کی سانسیں پھولی ہوئی

www.pklibrary.com

تھیں۔ جبڑے بھنچے ہوئے اور پیشانی کی رگیں ابھر آئی تھیں۔ ”آئندہ تم اس کا نام نہیں لو گی میرے سامنے۔ اور نہ ہی ملنے کی کوشش کرو گی۔“

جنت کمال کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے خون جما دینے والے لہجے میں کہا تھا۔ جنت کمال صدمے میں آئی تھی۔ کتنی بے گانگی تھی فارس وجدان کی آنکھوں میں۔ کتنا اجنبی سا لہجہ تھا اس کا۔

”اگر تم چاہتی ہو۔ ہمارے درمیان سب ٹھیک رہے تو.....“ اس نے ایک ثانیے کا توقف کرتے ہوئے کھینچ کر سانس لی۔

”تو تم۔ اس معاملے میں نہیں پڑو گی۔“ کہہ کر وہ مزید ایک لمحے کے لیے وہاں نہیں رکا تھا اور جنت کمال پتھرائی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتے اپنی جگہ کھڑی رہ گئی تھی۔ اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ اس کے انداز، لہجے اور اس قدر سخت رویے پر وہ دہشت میں آ گئی تھی۔

”تم فارس سے اس سلسلے میں کبھی بھی کوئی بات نہیں کرو گی۔“ اس سے مسز شیرازی نے کہا تھا۔ اسے اب سمجھ میں آیا تھا مسز شیرازی نے ایسا کیوں کہا تھا۔ اسے بالکل اندازہ نہیں تھا، وہ اتنی سی بات پر اس طرح ری ایکٹ کرے گا۔ ایک ذرا سے مطالبے پر اس طرح ہائپر ہو جائے گا۔

وہ کچھ دیر تک اپنی جگہ منجمد کھڑی رہی۔

”اسے الزام مت دو جنت! میں بھی نہیں دیتی۔“

فوٹو البم سے جھانکتی کسی تنہا خاموش بچے کی تصویریں۔ اسرار میں ڈوبی ایک ویران زندگی۔ نہ سمجھ میں آنے والا دھوپ چھاؤں سا رویہ۔

خود پر طاری اس جمود کو توڑتے اس نے قدم اٹھائے۔ رخ اپنے بیڈ روم کی طرف تھا۔ دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔

اب وہ واش روم کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے کچھ پریشانی کے عالم میں دروازہ بجایا تھا۔ اندر وہ کپڑوں سمیت شاور کے نیچے کھڑا تھا۔ مگر وجود کی آگ تھی کہ بجھنے میں نہیں آ رہی تھی۔ نہ ہی پانی کے شور میں کوئی آواز گم ہو رہی تھی۔

”دروازہ کھولو فارس!“ وہ اسے آوازیں دیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ جسم پر ایک کپکپی سی طاری تھی۔

وہ شاور کے نیچے سر تھامے بیٹھ گیا تھا۔ آنکھیں موندے۔ سانسیں لیتے۔ وہ اپنے اندر ابھرتی چیخوں کو بآسانی سن سکتا تھا۔ وہ خود کو اس کیفیت سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے داہنے ہاتھ سے بہتا ہوا خون پانی کے ساتھ اپنا راستہ بنا رہا تھا۔

یہ جانتے ہوئے کہ دروازہ اندر سے لاکڈ تھا۔ وہ ہینڈل گھمائے جا رہی تھی۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ اسے نہیں سن رہا تھا وہ اسے آوازیں دیے جا رہی تھی۔ کئی خوف اور واہمے سر اٹھا رہے تھے۔ کئی خدشات کی لے پر وہ بہتی جا رہی تھی۔ کتنی ہی دیر تک وہ دروازہ بجاتے ہوئے اسے پکارتی رہی اور پھر۔ اسے پتا نہیں کیا ہوا وہ رو دی۔ وہ سچ مچ میں رو دی۔

”پلیز فارس.....! دروازہ کھولو.....“

ایسا پہلے بھی ہوا تھا۔ اس نے آوازیں دی تھیں۔ اس نے منت کی تھی۔ اور روئی بھی تھی۔ مگر تب دروازہ نہیں کھلا تھا۔ اب بھی دروازہ نہیں کھل رہا تھا۔ اسے اپنے آس پاس اندھیرے نظر آ رہے تھے۔ وحشت نظر آ رہی تھی۔

”فارس۔ پلیز.....“

اس کا ہاتھ دروازے پر ٹھہر گیا تھا۔ اس کی سسکیاں بلند ہونے لگی تھیں۔

شاور بند ہو گیا۔ شور ختم ہو گیا۔

پہلے لاک کی آواز گونجی۔ پھر دروازہ بھی کھل گیا۔ فارس وجدان اس کے سامنے مکمل طور پر بھیگا ہوا سا کھڑا تھا۔ بالوں سے، کپڑوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ وہ آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ اس کی خالی ویران آنکھوں میں ابھی بھی کوئی تاثر نہیں تھا۔ ایک مکمل خاموشی۔ ایک مکمل سناٹا لیے وہ کسی مجسمے کی طرح اس کے سامنے موجود تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)